خلاصة القطبی

تالیف

ابوزکریا مولانا علی محمد اوپلوی
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ صدیقیہ
0334-9332627
0334-9452042
محلہ عیسیٰ خیل نیو روڈ مینگورہ سوات

خُلاصَۃُ القُطبِی

من افادات

ابوزکریا مولانا علی محمد اویلوی

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مکتبہ صدیقیہ
محلہ عیسیٰ خیل نیو روڈ مینگورہ سوات

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: خلاصة القطبی

مؤلف : ابوزکریا مولانا علی محمد اُوپل

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

ناشر: مکتبہ صدیقیہ محلہ عیسی خیل نیوروڈ مینگورہ سوات فون:03349452042

کمپوزر: قاری حبیب محمد اُوپلوی عبید اللہ خاکسار اُوپلوی زکریا کمپوزنگ سنٹر

محلہ عیسی خیل نیوروڈ مینگورہ سوات

ملنے کے پتے: مکتبہ صدیقیہ مینگورہ سوات — مدنی کتب خانہ مینگورہ سوات

شیخ الہند اکیڈمی مینگورہ سوات — اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجمعیت اکیڈمی مینگورہ سوات — مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ رشیدیہ مینگورہ سوات — مکتبہ حبیبیہ سواڑی بونیر

مکتبہ عمر فاروق کراچی — مکتبہ اسلامیہ شیرگڑھ

مکتبہ عمر فاروق پشاور — مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

مکتبۃ الحرمین لاہور — مکتبہ دیوبند کوہاٹ

مکتبۃ الاحرار مردان — مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ

مکتبۃ الشیخ کراچی — مکتبہ لدھیانوی کراچی

مکتبہ فاروقیہ سوات۔

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عرض مؤلف	۷	منطق کی تعریف	۳۳
رسالہ شمسیہ کے مصنف کے حالات	۸	منطق کی یہ تعریف رسمی ہے حدی نہیں	۳۴
صاحب قطبی کے حالات	۸	پوری منطق بدیہی نہیں	۳۵
خطبہ کا ترجمہ	۱۰	علم منطق کے موضوع کا بیان	۳۷
مقدمہ، مقالات ثلاثہ اور خاتمہ کا بیان	۲۳	عوارض کی اقسام	۳۷
علم کے معنی اور اقسام	۲۵	علم منطق کے موضوع کی تعریف	۳۸
تصور اور تصدیق کی تعریف	۲۵	قول شارح اور حجت کا بیان	۳۹
علم کی تعریف پر اعتراض	۲۶	تقدم طبعی کی تعریف	۴۰
حکم کی تعریف	۲۶	مقالہ اولیٰ مفردات کے بیان میں ہے	۴۲
امام رازیؒ اور حکماء کا تصدیق میں اختلاف	۲۷	دلالت کی اقسام	۴۲
تقسیم مشہور سے عدول کی وجہ	۲۷	دلالت مطابقی کی تعریف	۴۳
تمام تصورات اور تصدیقات بدیہی نہیں ہو سکتے	۲۹	دلالت تضمنی کی تعریف	۴۳
دور کی تعریف	۲۹	دلالت التزامی کی تعریف	۴۳
تسلسل کی تعریف	۳۰	ہر ایک کی وجہ تسمیہ	۴۴
تصور و تصدیق، بدیہی اور نظری کا بیان	۳۱	توسط وضع کی قید کا فائدہ	۴۴
فکر کی تعریف	۲۸	لزوم کی اقسام	۴۶
ترتیب کی تعریف	۲۸	لزوم ذہنی کی تعریف	۴۶

لزوم خارجی کی تعریف	۴۶	نوع کی تعریف	۶۴
مطابقی، تضمنی، والتزامی میں نسبت	۴۷	جنس کی تعریف	۶۷
امام رازی کا مسلک	۴۸	جنس قریب اور جنس بعید کی تعریف	۶۸
مفرد اور مرکب کی تعریف	۵۰	فصل کی تعریف	۷۳
مفرد کی تقسیم اسم، کلمہ اور ادات کی طرف	۵۲	فصل قریب اور بعید کی تعریف	۷۵
ادات، کلمہ اور اسم کی وجہ تسمیہ	۵۳	عرض لازم کی اقسام	۷۷
واحد المعنی اور متکثر المعنی کی طرف اسم کی تقسیم	۵۵	لازم بین کی تعریف	۷۸
متواطی کی وجہ تسمیہ	۵۶	لازم غیر بین کی تعریف	۷۸
تشکیک کی اقسام	۵۶	عرض مفارق کی اقسام	۷۹
کلی مشکک کی وجہ تسمیہ	۵۶	خاصہ کی تعریف	۸۰
حقیقت اور مجاز کی وجہ تسمیہ	۵۷	عرض عام کی تعریف	۸۰
مرادف اور مبائن کی تعریف	۵۷	کلی کی اقسام وجود خارجی کے اعتبار سے	۸۲
مرکب تام اور غیر تام کی اقسام	۵۹	کلی طبعی، منطقی اور عقلی کا بیان	۸۴
قضیہ کی تعریف	۵۹	دو کلیوں کے درمیان نسب اربعہ کا بیان	۸۵
انشاء کی اقسام	۶۰	نسب اربعہ کی نقیضین کے درمیان نسبت کا بیان	۸۸
کلی اور جزئی کی تعریف	۶۱	عموم وخصوص مطلق کی نقیضین	۸۸
کلی اور جزئی کی وجہ تسمیہ	۶۳	عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان نسبت	۸۹
کلیات کا بیان	۶۴	متباینین کی نقیضین کے درمیان نسبت تباین جزئی ہے	۹۰

جزئی اضافی اور جزئی حقیقی کی تعریف	۹۱	قضیہ منفصلہ کی تعریف	۱۱۰
جزئی اضافی اور جزئی حقیقی میں نسبت	۹۱	منفصلہ حقیقیہ کی تعریف	۱۱۰
نوع اضافی کا بیان	۹۲	مانعۃ الجمع کی تعریف	۱۱۱
انواع کے مراتب	۹۳	مانعۃ الخلو کی تعریف	۱۱۱
		قضیہ حملیہ کی تقسیم موضوع کے اعتبار سے	۱۱۵
اجناس کے مراتب	۹۴	قضیہ طبعیہ کی تعریف	۱۱۶
نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت	۹۶	قضیہ مہملہ کی تعریف	۱۱۶
فصل مقوم اور فصل مقسم کا بیان	۹۸	قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ کے درمیان فرق	۱۲۰
معرِف کی تعریف	۱۰۰	معدولہ اور محصلہ کا بیان	۱۲۲
حد تام، حد ناقص، رسم تام اور رسم ناقص کا بیان	۱۰۲	سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں فرق	۱۲۵
تعریف میں جن امور سے احتراز لازم ہے	۱۰۴	فرق معنوی	۱۲۵
اختلال معنوی کی دو صورتیں	۱۰۴	دونوں کے درمیان لفظی فرق	۱۲۵
اختلال لفظی کی تین صورتیں	۱۰۵	قضایا موجہہ کا بیان	۱۲۶
قضایا کا بیان	۱۰۶	موجہات میں بسائط کا بیان	۱۳۰
قضیہ کی تعریف	۱۰۷	مرکبات کا بیان	۱۳۲
قضیہ کی اقسام	۱۰۷	مشروطہ خاصہ	۱۳۲
شرطیہ کی اقسام	۱۱۰	عرفیہ خاصہ کی تعریف	۱۳۴
متصلہ کی تعریف	۱۱۰	وجودیہ لاضروریہ کی تعریف	۱۳۵

وجودیہ لادائمہ کی تعریف	۱۳۵		
وقتیہ کی تعریف	۱۳۶		
منتشرہ کی تعریف	۱۳۷		
ممکنہ خاصہ کی تعریف	۱۳۸		
قضیہ شرطیہ کا بیان	۱۴۰		
منفصلہ کی تعریف	۱۴۱		
شرطیات سوالب کا بیان	۴۴۱		
مانعۃ الجمع	۱۴۷		
مانعۃ الخلو	۱۴۸		
قضیہ شرطیہ میں اقسام اربعہ کا بیان	۱۴۹		
قضیہ شرطیہ کی تقسیم میں وجہ حصر	۱۵۰		
قضیہ شرطیہ کے مبادی کا بیان	۱۵۲		
تناقض کی تعریف	۱۵۳		
تناقض کے شرائط	۱۵۴		
موجہات کی نقیض کا بیان	۱۵۶		
مرکبات کی نقیض کا بیان	۱۳۹	۱۵۷	
عکس مستوی کا بیان	۱۵۹		

عرض مؤلف

منطق میں قطبی ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ جس نے قطبی پڑھ لی اس نے گویا کہ منطق میں مہارت کاملہ حاصل کرلی کیونکہ قطبی نے منطق کی اکثر مباحث کو تفصیلاً ذکر کیا ہے لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جس طرح دیگر علوم میں انحطاط شروع ہوا ہے اسی طرح منطق کی طرف تو بطور خاص عدمِ توجہ اور اُسے غیر ضروری سمجھنے کی بناء پر پوری منطق اور بطور خاص قطبی کو انتہائی مشکل ترین سمجھا جاتا ہے حالانکہ قطبی کوئی مشکل کتاب نہیں ہے خاص طور پر رسالہ شمسیہ کا جو متن ہے اگر صرف اسی کو توجہ سے پڑھ لیا جائے تو پوری منطق آسان ہوجاتی ہے۔

اسی کو پیش نظر رکھ کر بندہ نے رسالہ شمسیہ اور قطبی دونوں کا خلاصہ تحریر کیا ہے جس میں قطبی کا متن مع ترجمہ ذکر کیا ہے نیز متن اور شرح کا خلاصہ اس انداز سے ذکر کیا ہے کہ جس سے متن اور شرح دونوں احسن طریقے سے حل ہوجاتے ہیں چونکہ کئی سالوں سے قطبی بندہ کی زیر درس رہی ہے اس لئے بندہ نے کافی حد تک کوشش کی ہے کہ پورے سبق کا نچوڑ اور خلاصہ ایسے آسان الفاظ کے ساتھ پیش کیا جائے جو اذکیاء اور اغبیاء دونوں قسم کے طلباء کیلئے مفید ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبول فرما کر بندہ، اس کے اساتذہ، والدین اور متعلقین کیلئے دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنالیں (آمین)

طالب دعاء

بندہ علی محمد (اوپل)

رسالہ شمسیہ کے مصنفؒ کے مختصر حالات:

آپ کا نام: علی بن عمر بن علی، کنیت ابوالحسن اور لقب نجم الدین ہے حکیم دبیران سے مشہور ہے نسبت میں کاتبی اور قزوینی کہلاتے ہیں آپ محقق طوسی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

تصانیف: آپ نے بلند پایہ کتابیں تالیف فرمائی ہیں مثلاً (۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) عینی القواعد (۳) بحرالفوائد شرح عین القواعد (۴) کشف الاسرار شرح غوامض الافکار (۵) حکمۃ العین (۶) امام فخر الدین رازیؒ کی ملخص کی شرح المنصص وغیرہ۔

وفات: ۳ رب المرجب یا ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی

صاحب قطبی کے مختصر حالات:

آپ کا نام محمد ہے ابوعبداللہ کنیت ہے قطب الدین رازی یا قطب الدین تحتانی آپ کا لقب ہے والد کا نام بھی محمد ہے آپ کو رازی اس لئے کہتے ہیں کہ رازی ''رئی'' کی طرف منسوب ہے یہ بلاد یلم کا ایک شہر ہے وہاں پر ۶۹۲ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

آپ کو قطب الدین تحتانی بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قطب الدین رازی یعنی صاحب قطبی اور قطب الدین شیرازی یعنی شارح حکمۃ الاشراق یہ دونوں عالم ہم نام بھی ہیں ہم عصر بھی اور اتفاق کی بات ہے کہ دونوں ایک ہی زمانہ میں شیراز کے ایک ہی مدرسہ میں مدرس بھی تھے بالائی منزل میں قطب الدین شیرازی پڑھاتے تھے تو ان کو قطب الدین فوقانی کہتے ہیں اور زمینی منزل میں قطب الدین رازی پڑھاتے تھے اس لئے آپ کو قطب الدین تحتانی کہتے ہیں۔

تحصیل علم: آپ نے اپنے بلاد میں رہ کر علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور علوم شرعیہ میں بھی شریک رہے اور علامہ عضد الدین سے استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے اور تادم حیات یہیں زندگی بسر کی۔

علمی مقام: علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ آپ معقولات میں چوٹی کے امام تھے آپ کا نام مشہور ہے اور دور دراز تک آپ کی شہرت ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب یہ ۶۷۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث ومباحثہ کیا تو منطق وحکمت میں امام اور معانی وبیان اور علم تفسیر کا بہترین عالم پایا آپ درس وتدریس میں مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہونے والے لوگ اکثر آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ اور محقق دوانی جیسی شخصیات آپ کے شاگرد ہیں۔

تصانیف: (۱) لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار (۲) محاکمات شرح اشارات۔ (۳) رسالہ قطبیہ (۴) حواشی کشاف (۵) شرح حاوی الصغیر (۶) قطبی یہ کتاب آپ کی اتنی مقبول ہوئی کہ یوم تالیف سے لیکر آج تک شامل درس ہے۔

وفات: آپ نے تقریباً چوہتر سال عمر پاکر ۶ ذی قعدہ ۷۶۶ھ میں وفات پائی۔

خطبہ کتاب :

ان ابھی درر تنظم ببنان البیان وازھر زھر تنثر فی اردان الاذھان

بے شک موتیوں میں جو بیان کے پوروں سے پروئے جاتے ہیں خوبصورت موتی اور شگوفوں میں جو ذہنوں کی آستینوں میں بکھیرے جاتے ہیں سب سے چکمدار شگوفہ

حمد مبدع انطق الموجودات بایات وجوب وجودہ

اس پیدا کرنے والے کی تعریف کرنا ہے جس نے تمام موجودات کو اپنے واجب الوجود ہونے کی آیات اور علامتوں کے ساتھ گویائی عطاء فرمائی ہے۔

وشکر منعم اغرق المخلوقات فی بحار افضالہ وجودہ

اور اس نعمت دینے والے کا شکر ادا کرنا ہے جس نے تمام مخلوقات کو اپنے فضل اور سخاوت کے سمندروں میں ڈبو دیا ہے۔

تلألأ فی ظلم اللیالی انوار حکمتہ الباھرۃ واستنار علی صفحات الایام اثار سلطتنہ القاھرۃ

اس کی غالب حکمت کے انوار راتوں کی تاریکیوں میں چمک اٹھے اور اس کی غالب سلطنت کے نشانات صفحات کے ایام پر روشن ہوئے

نحمدہ علی ما اولانا من آلاء ازھرت ریاضھا ونشکرہ علی مااعطانا من نعماء اترعت حیاضھا

ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اس پر کہ اس نے ہمیں ایسی نعمتیں عطاء فرمائیں جن کے باغ شگفتہ ہو گئے اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس پر کہ اس نے ہمیں ایسی نعمتیں عطاء فرمائیں جن کے حوض بھر ہوئے ہیں۔

ونسئلـه ان يـفيـض من زلال هدايته ويفوفقنا للعروج الى معارج عنايته

اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم پر ہدایت کا میٹھا اور خوشگوار پانی بہائے اور ہم کو اپنی رحمت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کی توفیق دے۔

وان يـخـصـص رسـولـه مـحـمـداشـرف البريات بافضل الصلوات

اور یہ کہ وہ اپنے رسول محمد (ﷺ) کو جو تمام مخلوق سے معزز و مکرم ہیں افضل رحمتوں کے ساتھ مخصوص کردے

واله المنتجبين واصحابه المنتخبين. باكمل التحيات

اور آپ کے چنیدہ آل اور برگزیدہ اصحاب کو کامل ترین تحیات کے ساتھ خاص فرمالیں

وبعدفقدطال الحاح المشتغلين على والمترددين الى

حمد وصلوۃ کے بعد: میرے پاس علمی مشغلہ رکھنے والوں اور بار بار آنے کا والوں کا اصرار بڑھ گیا

ان اشرح لهم الرسالةالشمسيةوابين فيه القوعدالمنطية

کہ میں ان کیلئے رسالہ شمسیہ کی شرح لکھوں اور اس میں منطق کے قواعد بیان کروں

علمامنهم بانهم سألوا عریفاماهرا واستمطر و اسحاباهامرا

ان کو معلوم تھا کہ انہوں نے ایک ماہر فن سے سوال کیا ہے اور خوب برسنے والے بادل سے پانی طلب کیا ہے

ولم ازل ادافع قومامنهم بعدقوم واسوف الامرمن یوم الی یوم

اور ہمیشہ ان کو یکے بعد دیگرے ٹالتا رہا اور معاملے کو ایک دن سے دوسرے دن کی طرف مؤخر کرتا رہا

لاشتغال بال قداستولی علی سلطانه واختلال حال قدتبین لدیّ برهانه.

دلی مشغولیت کی وجہ سے جس کی دلیل مجھ پر ظاہر تھی اور اپنے فسادِ حال کی وجہ سے جس کی دلیل مجھ پر غالب تھی

ولعلمی بان العلم فی هذاالعصرقدخبت ناره وولدت الادبارانصاره

اور مجھے معلوم تھا کہ اس زمانہ میں علم کی آگ بجھ چکی ہے اور علم کی مدد کرنے والوں نے پیٹھ پھیر لی ہے

الاانهم کلماازددت مطلاوتسویفا ازدادوا حثا وتشویقاً

مگر جتنا میں ٹال مٹول میں بڑھتا گیا اتنے وہ آمادہ کرنے اور شوق دلانے میں بڑھتے گئے۔

فلم اجد بدا من اسعافهم بما اقترحوا وایصالهم الی غایة ما

التمسوا

تو میں نے ان کی اس حاجت پوری کرنے جس کی انہوں نے درخواست کی تھی اوران کواس انتہاء تک پہنچانے سے جس کا انہوں نے التماس کیا تھا کوئی چارہ کار نہیں پایا

فوجهت ركاب النظر الى مقاصد مسائلها وسحبت مطارف البيان في مسالك دلائلها

تو میں نے نظر کی سواری کواس رسالہ کے مسائل کے مقاصد کی طرف متوجہ کردی اوراس کے دلائل کی راہوں میں بیان کی منقش چادر کھینچ لی

وشرحتها شرحا كشف الاصداف عن وجوه فرائد فوائدها

اور میں نے اس رسالہ کی ایسی شرح لکھی جس نے اس کے یکتا موتیوں کے چہروں سے سپیاں کھول دی

وناط اللألى على معاقد قواعدها وضممت اليها من الابحاث الشريفة والنكت اللطيفة ماخلت الكتب عنه ولابدمنه

اوراس کے قواعد کی گردنوں پر موتیاں بچھادئے اور میں نے اس رسالہ میں ایسی عمدہ بحثوں کا اور باریک نکتوں کا اضافہ کیا ہے جس سے عام کتابیں خالی تھیں حالانکہ وہ ضروری بحثیں تھیں

بعبارات رائقة تسابق معانيها الاذهان وتقريرات شائقة تعجب

استماعها الاذان وسميته بتحرير القواعد المنطقية فی شرح الرسالة الشمسية

ایسی پسندیدہ عبارتوں کے ساتھ جن کے معانی کی طرف ذہن سبقت کرتے ہیں اور ایسی دلچسپ تقریروں کے ساتھ جن کے سننے سے کان خوش ہوتے ہیں اور میں نے اس کا نام ''تحریر القواعد المنطقية فی شرح الرسالة الشمسيه ''رکھا

وخدمت به اعلی حضرة من خصه الله تعالی بالنفس القدسية والرياسة الانسية

اور اس شرح کے ذریعہ میں نے اس شخص کی بارگاہ عالی کی خدمت کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ نفس اور انسانی حکومت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

وجعله بحيث يتصاعد بتصاعد رتبته مراتب الدنيا والدين

اور اس کو ایسا بنا دیا ہے کہ اس کے مرتبے کی بلندی سے دین ودنیا کے مراتب بلند ہوتے ہیں

ويتطأطأ دون سرادقات دولته رقاب الملوک والسلاطين

اور اس کی دولت کے خیموں کے سامنے بادشاہوں اور سلاطین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔

وهو المخدوم الاعظم دستور اعاظم الوزراء فی العالم صاحب السيف والقلم

وہ بڑے مخدوم ہیں دنیا کے بڑے بڑے وزراء کا مرجع ہیں شمشیر وقلم کے مالک ہیں

سباق الغايات فی نصب رايات السعادات البالغ فی اشاعة

العدل والاحسان باقصی النهایات

نیک بختیوں کے جھنڈے نصب کرنے میں تمام انتہاؤں سے آگے بڑھنے والے ہیں انصاف اور نیکی کے پھیلانے میں انتہاء کو پہنچنے والے ہیں

ناظورة دیوان الوزارة عین اعیان الامارة اللائح من غرته الغراء لوائح السعادة الابدیة

دفتر وزارت کے نگہبان، اعیان مملکت کے سردار ہیں اس کی روشن پیشانی سے دائمی نیک بختی کے آثار نمایاں ہیں

الفائح من همته العلیا روائح العنایة السرمدیة ممهد قواعد الملة الربانیة موسس مبانی الدولة السلطانیة

اس کی بلند ہمتی سے ہمیشہ عنایت کی خوشبوں پھوٹتی ہے ملت ربانی کے قواعد درست کرنے والے ہیں اور شاہی حکومت کی بنیاد ڈالنے والے ہیں۔

العالی بعنان الجلال رایات اقباله التالی لسان الاقیال ایات جلاله

جن کی نیک بختی کے جھنڈوں پر بزرگی کے بادل بلند ہیں جن کی بزرگی کی آیتیں بادشاہوں کی زبانیں پڑھتی ہیں

ظل اللہ علی العالمین ملجأ الافاضل والعالمین شرف الحق والدولة والدین رشید الاسلام ومرشد المسلمین

امیر احمد

جو اہل دنیا کیلئے اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اور اہل علم و فضل کیلئے جائے پناہ ہے جو حق ، دولت اور دین کیلئے باعث شرف ہیں جو اسلام کے ہادی اور اہل اسلام کے رہنما ہیں جن کا نام امیر احمد ہے

شعر

الله لقبه من عند ش

رفا ☆ لانه شرفت دين الهدى شيمه

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف سے شرف الدین لقب عطا فرمایا ہے کیونکہ ان کی خصلتوں نے دینِ ہدیٰ کو شرف بخشا ہے

ان الامـارة باهت اذ به نسبت ☆ والحمد حمد لماشتق منه سمه

حکومت فخر کرتی ہے کیونکہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہے اور حمد کی اس لئے تعریف کی جاتی ہے کہ اس سے ان کا نام مشتق ہے۔

لازال اعلام العدل فی ایام دولته غالية وقيمة العلم من اثار تربيته غالية

ان کے دور حکومت میں عدل کے جھنڈے ہمیشہ بلند رہیں اور علم کی قدر و قیمت ان کے اثار تربیت کی وجہ سے گراں رہے

وايادیه على اهل الحق فائضة واعاديه من بين الخلق غائضة

ان کے احسانات اہل حق پر جاری رہیں اور ان کے دشمن مخلوق کے درمیان مغلوب رہیں

وهو الذی عم اهل الزمان بافاضة العدل والاحسان

اور یہ وہ ہے جو اہل زمانہ پر عدل، انصاف اور احسان پھیلانے میں چھا گئے

وخص العلماء من بينهم بفواضل متوالية وفضائل غير متناهية

اور انہوں نے تمام مخلوق میں سے اہل علم کو پے در پے اور نہ ختم ہونے والی فضیلتوں کے ساتھ مخصوص کر دیا

ورفع لاصحاب العلم مراتب الكمال ونصب لارباب الدين مناصب الاجلال

اور اہل علم کیلئے مناصب کمال بلند کر دئے اور دینداروں کیلئے بزرگی کے مناصب قائم کر دئے

وخفض لاصحاب الفضل جناح الافضال حتى جلبت الى جناب رفعته بضائع العلوم من كل مرمى سحيق

اور اہل فضل کیلئے فضیلت کا بازو جھکا دیا یہاں تک کہ ان کی بلند درگاہ کی طرف ہر دور دراز علاقوں سے علوم کے سرمائے کھینچ لائے گئے

ووجه تلقاء مدائن دولته مطايا الامال من كل فج عميق

اور ان کی حکومت کے شہروں کی طرف امید کی سواریاں ہر دور دراز راستے سے متوجہ ہو گئیں

اللهم كما ايدته لاعلاء كلمتك فابده وكمانورت خلده لنظم خلقك فخلده

اے اللہ جس طرح آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ان کی تائید فرمائی ہے اسی طرح انہیں تا دیر قائم رکھ اور جس طرح آپ نے ان کی روح وقلب کو مصالح خلق کے انتظام کے لئے منور کیا ہے اسی طرح انہیں ہمیشہ کیلئے باقی رکھ

شعر

من قال آمین ابقی الله مهجته ☆ فان هذا دعاء یشمل البشر

جو شخص آمین کہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو زندہ رکھے کیونکہ یہ ایسی دعا ہے جو تمام انسانوں کو شامل ہے

فان وقع فی حیز القبول فهو غاية المقصود ونهاية المامول

اگر یہ دعا مقام قبولیت میں واقع ہو تو غایت مقصود اور مطلوب کی انتہاء ہے

واللـه تعالیٰ اسأل ان یوفقنی للصدق والصواب ویجنبنی عن الخطل والاضطراب انه ولي التوفیق وبیده ازمة التحقیق

اور میں اللہ ہی سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے سچائی اور درستی کی توفیق دیدے اور مجھے غلطی اور ڈاواں ڈول ہونے سے بچائے بے شک وہ وہی توفیق کا مالک ہے اور اس کے قبضہ قدرت میں تحقیق کی لگام ہے۔

قال بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی ابدع نظام والوجود واخترع ماهیات الاشیاء بمقتضی الجود

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے انوکھے انداز سے وجود کا نظام قائم کیا ہے اور اپنی صفت جود وسخا کی بناء پر اشیاء کے حقائق کو پیدا کیا

وانشأبقدرته انواع الجواهر العقلیةوأفاض برحمته محرکات الأجرام الفلکیة

اور اپنی قدرت سے جواہر عقلیہ کی انواع واقسام کو پیدا کیا اور اپنی رحمت سے اجرام فلکیہ کو دیئے

والی چیزوں کا فیضان فرمایا

والصلوة على ذوات الأنفس القدسية المنزهة عن الكدورات الانسية

اور رحمت کاملہ نازل ہو ان پاک شخصیات پر جو انسانی آلودگیوں سے پاک ہیں

خصوصاً على سيدنا محمد صاحب الايات والمعجزات

بالخصوص ہمارے آقا محمد ﷺ پر جو نشانیوں اور معجزات کے مالک ہیں

وعلى آله وأصحابه التابعين للحجج والبينات

اور آپ کے صحابہ پر جو براہین اور دلائل کی پیروی کرنے والے ہیں

وبعد فلما كان باتفاق أهل العقل واطباق ذوى الفضل أن العلوم سيّما اليقينية اعلى المطالب وأبهٰى المناقب

حمد وصلاۃ کے بعد چونکہ عقلاء کے اتفاق سے اور فضلاء کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ علوم خصوصاً علوم یقینیہ اعلیٰ درجہ کے مطلوب اور سب سے عمدہ اوصاف ہیں

وان صاحبها اشرف الأشخاص البشرية ونفسه اسرع اتصالا بالعقول الملكية

اوران علوم کا حامل تمام انسانوں سے معزز اور اس کا نفس بہت جلد عقول ملکیہ تک پہنچنے والا ہوتا ہے

وكان اطلاع على دقائقها والاحاطة بكنه حقائقها لايمكن الابالعلم الموسوم بالمنطق اذ به يعرف صحتها من

سقمها وغشها من سمنها

اوران علوم کی باریکیوں پر واقف ہونا اوراس کے حقائق کی تہہ تک پہنچنا اس علم کے بغیر ممکن نہیں جس کو منطق کہا جاتا ہے کیونکہ منطق ہی سے علوم کی صحت و غلطی ، ان کے ضعف اور قوت کی شناخت حاصل ہوتی ہے

فأشار الیَّ من سعد بلطف الحق وامتاز بتائیده من بین کافة الخلق

اس شخص نے مجھے حکم دیا جو حق تعالی کے لطف سے نیک بخت ہوا اور اس کی تائید سے تمام لوگوں سے ممتاز ہوا

ومال الیٰ جنابه الدانی والقاصی وأفلح بمتابعته المطیع والعاصی

اوراس کی بلند درگاہ کی طرف قریب اور دور رہنے والے متوجہ ہوگئے اور اس کی تابعداری سے فرمان بردار اور نافرمان سب کامیاب ہوئے

وهو المولیٰ الصدر الصاحب المعظم العالم الفاضل المقبول المنعم المحسن الحسیب النسیب ذو المناقب والمفاخر

وہ سردار اور آقا ہیں وزیر اعظم ، عالم وفاضل مقبول و منعم اور احسان کرنے والا حسب ونسب والا فضائل اور کارناموں والا ہے۔

شمس الملة والدین بهاء الاسلام والمسلمین قدوة الاکابر والأماثل ملک الصدور والأفاضل قطب الأعالی فلک

المعانی

ملت ودین کا آفتاب، اسلام اور اہل اسلام کی رونق، اکابر وافاضل کا راہنما، سرداروں اور اہل فضل کا بادشاہ، بلند تر حضرات کا سردار اور بلندیوں کا آسمان ہے۔

محمدبن مولیٰ الصدر المعظم الصاحب المعظم دستور الأفاق اٰصف الزمان ملک وزاء الشرق.والغرب

محمد بن مولی جو بہت بڑے سردار وزیر اعظم تمام اطراف کا مرجع آصف زمان (یہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر کا نام ہے) مشرق ومغرب کے وزراء کا بادشاہ

صاحب دیوان الممالک بهاء الحق والدین موئدعلماء الأسلام والمسلمين قطب الملوک والسلاطين

تمام ممالک کے دفاتر کا نگران، حق اور دین کی رونق، علماء اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کرنے والا بادشاہوں اور سلاطین کا قطب ہے۔

محمد ادام الله ظلالهماوضاعف جلالهماالذی مع حداثة سنّه فاق بالسعادات الأبدیةوالكرامات السرمدیةواختصَّ بالفضائل الجمیلةوالخصائل الحمیدة

محمد کا بیٹا ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے سائے کو ہمیشہ رکھے اور ان کی بزرگی میں دوچند اضافہ کرے جو اپنی نوعمری کے باوجود دائمی نیک بختیوں اور ابدی کرامتوں میں فوقیت لے گیا اور اچھے اوصاف اور قابل ستائش اخلاق کے ساتھ مخصوص ہوگیا

بتحریر کتاب فی المنطق جامع لقواعده حاو لأصوله وضوابطه

منطق میں ایسی کتاب تحریر کرنے کی جو اس کے قواعد کو جمع کرنے والی اور اس کے اصول وضوابط کا احاطہ کرنے والی ہو

فبادرت الی مقتضی اشارته وشرعت فی ثبته وکتابته مستلزما أن لاأخل بشیء یعتدبه من القواعد والضوابط

تو میں نے اس کے اشارے کے مقتضی کی طرف پیش قدمی کی اور تحریر اور لکھنے میں لگ گیا اس بات کا التزام کرتے ہوئے کہ اس کتاب میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑونگا جس کا شمار قواعد وضوابط میں ہوتا ہو

مع زیادات شریفة ونکت لطیفة من عندی غیر تابع لأحد من الخلائق بل للحق الصریح الذی لایاتیه الباطل من بین یدیه ولامن خلفه وسمیته بالرسالة الشمسیه فی تحریر قواعد المنطقیة

عمدہ اضافات اور باریک نکات کے ساتھ اپنی جانب سے مخلوق میں سے کسی کی اتباع اور تقلید کئے بغیر بلکہ اس واضح حق کی پیروی کرتے ہوئے جس میں باطل کے آنے کی کوئی راہ نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے اور میں نے اس کا نام ''الرسالة الشمسیه فی تحریر القواعد المنطقیه'' رکھا ہے۔

ورتبته علی مقدمة وثلث مقالات وخاتمة معتصما بحبل التوفیق من واهب العقل ومتوکلا علی جوده المفیض للخیر والعدل انه خیر موفق ومعین اما المقدمة ففیها بحثان الاول فی ماهیة المنطق وبیان الحاجة الیه

والثانی فی موضوع المنطق ص ۱۴

ترجمہ: میں نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے ایک مقدمہ، تین مقالات اور ایک خاتمہ پر عقل دینے والے کی طرف سے توفیق کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اور بھلائی وانصاف پھیلانے والے کی جود وسخا پر اعتماد کرتے ہوئے بیشک وہ بہتر توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے مقدمہ میں دو بحثیں ہیں پہلی بحث منطق کی تعریف اور اس کی طرف احتیاج کے بیان میں ہے جبکہ دوسری بحث علمِ منطق کے موضوع کے بیان میں ہے۔

ماتن کی غرض: اس عبارت سے ماتن کا مقصد رسالہ شمسیہ کی غرض کو طلبہ کے سامنے پیش کرنا ہے چنانچہ فرمایا کہ پوری کتاب ایک مقدمہ، تین مقالات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے پھر مقدمہ میں دو بحثیں ہیں پہلی بحث منطق کی تعریف اور منطق کی طرف احتیاج کے بیان میں ہے جبکہ دوسری بحث علم منطق کی تعریف کے بیان میں ہے۔

مقدمہ، مقالات ثلاثہ اور خاتمہ میں: شارح کی غرض مقدمہ، مقالات ثلاثہ اور خاتمہ کے درمیان وجہ حصر بیان کرنا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کی معرفت حاصل کرنا منطق میں ضروری ہے یا تو اس پر شروع فی العلم موقوف ہوگا یا نہیں اگر اس پر شروع فی العلم موقوف ہو تو وہ مقدمہ ہے اور اگر اس پر شروع فی العلم موقوف نہ ہو پھر یا اس میں مفردات سے بحث ہوگی یا مرکبات سے پس اگر مفردات سے بحث ہو تو یہ مقالہ اولی ہے اور اگر مرکبات سے بحث ہو تو پھر یا مرکباتِ غیر مقصودہ بالذات سے بحث ہوگی تو یہ مقالہ ثانیہ ہے یا مرکبات مقصودہ بالذات سے تو پھر یا اس میں نفس صورت سے بحث ہوگی تو یہ مقالہ ثالثہ ہے یا صورت سے بحث ہوگی مادہ کے اعتبار سے یعنی صورت اور مادہ دونوں سے بحث ہوگی تو یہ خاتمہ ہے۔

والمراد بالمقدمة ھٰھنا:ص١٦

شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہاں پر مقدمہ سے مراد وہ باتیں ہیں جن پر شروع فی العلم موقوف ہوتا ہے اور شروع فی العلم موقوف ہوتا ہے تین چیزوں پر۔

(١) شروع فی العلم موقوف ہے علم کی تعریف پر کیونکہ جب تک کسی چیز کی تعریف حاصل نہ ہوتو لازم آتی ہے طلب مجہول مطلق ہے اور طلب مجہول مطلق محال ہے لہذا علم کی تعریف ضروری ہے۔

(٢) شروع فی العلم موقوف ہے غرض وغایت کی معرفت پر لہذا مقدمہ میں علم کی غایت اور غرض بھی بیان کی جائے گی۔

(٣) شروع فی العلم موقوف ہے علم کے موضوع کی معرفت پر کیونکہ علوم کے درمیان امتیاز موضوع کی معرفت سے حاصل ہوتا ہے۔

ولما کان بیان الحاجة الی المنطق :ص١٩

یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ مقدمہ میں تین چیزیں ذکر کی جاتی ہیں (١) منطق کی تعریف (٢) بیان الحاجۃ الی المنطق (٣) منطق کا موضوع۔

مصنفؒ نے تعریف اور بیان الحاجۃ کو ایک بحث میں ذکر کیا ہے اور موضوع کو الگ مستقل بحث میں ذکر کیا ہے یا تو تینوں کو ایک بحث میں ذکر کرتے یا تینوں کو الگ الگ ذکر کرتے تو مصنفؒ نے ایسا طرز کیوں اختیار کیا ہے؟

جواب: شارحؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بیان الحاجۃ الی المنطق سے منطق کی تعریف سمجھ میں آرہی ہے اس لئے ان دونوں کو ایک بحث میں ذکر کیا ہے اور موضوع کو الگ بحث میں ذکر کیا ہے۔

قال العلم اما تصور فقط وهو حصول صورة الشیء فی العقل او تصور معه حکم وهو اسنادامر الی اخر ایجابا اوسلبا ویقال للمجموع تصدیق. ص ۱۹

ترجمہ: کہا علم یا تو تصور فقط ہے اور وہ عقل میں کسی چیز کی صورت کا حاصل ہو جانا ہے یا تصور مع الحکم ہے اور وہ ایک امر کی نسبت کرنا ہے دوسرے امر کی طرف چاہے ایجاباً ہو یا سلباً اور اس مجموعے کو تصدیق کہا جاتا ہے۔

علم کے معنی اور اقسام:

علم کے معنی ہیں "حصول صورة الشیء فی العقل" کسی چیز کی صورت کا ذہن میں حاصل ہونا۔

پھر علم کی دو قسمیں ہیں (۱) تصور فقط (۲) تصدیق۔

تصور فقط کی تعریف: تصور فقط وہ علم ہے جس کے ساتھ حکم نہ ہو۔

تصدیق کی تعریف: تصدیق وہ علم ہے جس کے ساتھ حکم موجود ہو۔

حکم کی تعریف: حکم کے معنی ہیں "نسبة امر الی اخر ایجاباً او سلبا" ایک چیز کی نسبت کرنا دوسری چیز کی طرف چاہے ایجاباً ہو یا سلباً۔

اقول: اس عبارت سے شارح علامؒ چند باتیں ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) تصور فقط کی تعریف (۲) علم کی تعریف پر اعتراض اور اس کا جواب (۳) حکم کی تعریف (۴) تصدیق کی تعریف میں امام رازیؒ اور حکماء کا اختلاف (۵) تقسیم مشہور سے عدول کی وجہ۔

تفصیل: (۱) تصور فقط وہ علم ہے جس کے ساتھ حکم نہ ہو اس کو تصور ساذج یعنی سادہ تصور بھی کہتے ہیں جیسے زید کا تصور۔

(۲) علم کی تعریف پر اعتراض: مصنفؒ کا قول ''وھو حصول صورۃ الشیء فی العقل'' اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ''ھو'' ضمیر کس چیز کی طرف راجع ہے اگر علم کی طرف راجع ہوتو ٹھیک ہے لیکن یہ مصنفؒ کا مقصود نہیں کیونکہ مصنف کا مقصود تصور کی تعریف بیان کرنا ہے نہ کہ علم کی تعریف بیان کرنا۔ اور اگر مطلق تصور کی طرف راجع ہوتو مطلق تصور کا ماقبل میں ذکر نہیں ہوا ہے اس لئے لازم آتا ہے اضمار قبل الذکر اور اگر تصور فقط کی طرف راجع ہوتو اس لئے جائز نہیں کہ آگے چل کر یہی تصور منقسم ہوتا ہے تصور فقط اور تصدیق کی طرف تو لازم آتا ہے ''انقسام الشیء الی نفسہٖ والی غیرہٖ'' اور یہ بھی ناجائز ہے۔

جواب: ''ھو'' ضمیر راجع ہے مطلق تصور کی طرف اور مطلق تصور اگرچہ ماقبل میں صراحۃً ذکر نہیں لیکن تصور فقط کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے کیونکہ تصور فقط مقید ہے اور مطلق تصور مطلق ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر مقید کے ضمن میں مطلق ذکر ہوتا ہے لہذا تصور فقط کے ضمن میں بھی مطلق تصور ذکر ہوتا ہے۔

اور یہاں پر مصنفؒ نے مطلق تصور کی تعریف ذکر کی ہے یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ مطلق تصور علم کا مرادف ہے اور دوسرا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تصور کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔

(۱) تصور فقط پر بھی اور مطلق تصور پر بھی جو علم کا مرادف ہے۔

(۳) حکم کی تعریف: حکم کہتے ہیں ''اسناد امر الی اخر ایجابا او سلبا''

(۴) تصدیق کی تعریف میں حکماء اور امام رازیؒ کا اختلاف: حکماء کے نزدیک تصدیق عبارت ہے حکم سے جبکہ مقارن ہو تصورات ثلاثہ کے ساتھ۔

جبکہ امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق عبارت ہے تصورات ثلاثہ اور حکم کے مجموعے سے۔

(۴) امام رازیؒ اور حکماء کے درمیان تصدیق میں فرق:

(۱) حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازیؒ کے نزدیک مرکب ہے تصورات ثلاثہ اور حکم کے مجموعے سے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ تصور طرفین حکماء کے نزدیک شرط ہے تصدیق کیلئے اور تصدیق سے خارج ہے جبکہ امام رازیؒ کے نزدیک تصور طرفین شطر ہے اور تصدیق میں داخل ہے۔

(۳) حکم اور تصدیق ایک چیز ہے حکماء کے نزدیک جبکہ امام رازیؒ کے نزدیک حکم تصدیق کا ایک جزء ہے۔

(۵) تقسیم مشہور سے عدول کی وجہ: منطق کی عام کتابوں میں علم کی تقسیم اس طرح ہے ''العلم اما تصور او تصدیق '' لیکن مصنفؒ نے اس طریقہ تقسیم کو چھوڑ کر یہ طرز اختیار کیا ہے ''العلم اما تصور فقط او تصدیق '' اس نئے انداز کو کیوں اختیار کیا ہے؟

شارحؒ اس کا جواب دے رہے ہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تقسیم مشہور پر دو طریقوں سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ تقسیم مشہور فاسد ہے کیونکہ اس میں خرابی ہے کہ یا تو ''قسم الشیء قسیماله'' بن جاتی ہے یا ''قسیم الشیء قسما منه'' بن جاتی ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر تصدیق عبارت ہو تصور مع الحکم سے جیسا کہ امام رازیؒ کا مسلک ہے تو تصور مع الحکم تو تصور (یعنی مطلق تصور) کی قسم ہے اور تقسیم مشہور میں اس (تصور مع الحکم) کو تصور کی قسیم بنا دیا گیا ہے تو جو چیز (یعنی تصور مع الحکم) تصور کی قسم تھی وہ تصور کی قسیم بن گئی تو ''قسم الشیء قسیماله'' بن گئی۔

اور اگر تصدیق عبارت ہو حکم سے جیسا کہ حکماء کا مذہب ہے تو پھر اس میں خرابی یہ ہے کہ حکم تو تصور

کی قسیم ہے اور تقسیم مشہور میں حکم تصور کی قسم بن گئی تو لازم آگیا "قسیم الشیء قسمامنه"
اس خرابی سے بچنے کیلئے ماتن نے یہ طرز اختیار کیا ہے کہ علم کو تقسیم کیا تصور فقط اور تصدیق کی طرف کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ تصور مع الحکم (یعنی تصدیق) تصور کی قسم ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ تصور فقط کی قسم نہیں بلکہ مطلق تصور کی قسم ہے اور تصدیق کا جو قسیم ہے وہ مطلق تصور نہیں بلکہ تصور فقط ہے۔
اسی طرح حکماء کے مذہب کے مطابق حکم جو تصور کا قسیم ہے تصور کی قسم بھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکم تصور فقط کا قسیم ہے اور مطلق تصور کی قسم ہے لہذا اس انداز تقسیم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

والثانی ان المراد بالتصور :تقسیم مشہور کے باطل ثابت کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تصور کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے (۱) حضور ذہنی مطلقاً (جو تصور اور تصدیق دونوں کو شامل ہے)
(۲) وہ تصور جو مقید ہو عدم حکم کے ساتھ یعنی تصور فقط۔
پس اگر تصور سے حضور ذہنی مطلقاً مراد ہو تو لازم آتا ہے "انقسام الشیء الی نفسه والی غیره" کیونکہ حضور ذہنی مطلقاً علم ہے اور علم کو تقسیم کرنا تصور کی طرف یہ "انقسام الشیء الی نفسه" ہے اور تصدیق کی طرف "انقسام الشیء الی غیره"
اور اگر تصور سے وہ تصور مراد ہو جو مقید ہے عدم حکم کے ساتھ تو اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ پھر تصدیق میں تصور کا اعتبار ممتنع ہو جائے گا کیونکہ تصدیق میں حکم ہوتا ہے اب اگر تصدیق میں تصور بھی معتبر ہو جائے تو تصدیق میں حکم اور عدم حکم دونوں معتبر ہو جائیں گے تو یہ اجتماع نقیضین ہو جائے گا۔
لیکن اگر تقسیم مشہور کو چھوڑ کر مصنفؒ کی تقسیم کو اختیار کیا جائے تو پھر کوئی خرابی لازم نہ آئے گی کیونکہ حضور ذہنی مطلقاً اور مطلق تصور دونوں ایک چیز ہیں اب یہ مطلق تصور منقسم ہے تصور فقط اور تصدیق

کی طرف جوتصور تصدیق کی قسم ہے وہ تصور فقط ہے اور جو تصور تصدیق میں معتبر ہے وہ مطلق تصور ہے۔

قال ولیس الکل من کل منھما بدیھیا والالماجھلناشیأ ولانظریا والالدار اوتسلسل

ترجمہ: تصور اور تصدیق میں سے ہر ایک بدیہی نہیں ہے ورنہ ہم کسی چیز سے ناواقف نہ ہوتے اور نہ نظری ہے ورنہ دور یا تسلسل آتا۔ ص ۲۷

تمام تصورات اور تصدیقات بدیہی نہیں ہوسکتے:

ماتنؒ فرماتے ہیں کہ تمام تصورات اور تمام تصدیقات نہ بدیہی ہوسکتے ہیں اور نہ نظری ہوسکتے ہیں۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ بدیہی اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کا حصول نظر اور فکر پر موقوف نہ ہو جیسے گرمی اور سردی کا تصور اور نظری اس کو کہتے ہیں جس کا حصول نظر اور فکر پر موقوف ہو۔

اب سمجھ لیجئے کہ اگر تمام کے تمام تصورات اور تصدیقات بدیہی ہوتے تو ہم کسی چیز سے ناواقف نہ ہوتے حالانکہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جس سے ہم ناواقف ہیں تو معلوم ہوا کہ تمام تصورات اور تصدیقات بدیہی نہیں ہیں۔

اسی طرح تمام تصورات اور تصدیقات نظری بھی نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر تمام تصورات اور تصدیقات نظری ہوجائیں تو دور یا تسلسل لازم آئے گا دور، اور تسلسل دونوں باطل ہیں لہذا تمام تصورات اور تصدیقات کا نظری ہونا بھی باطل ہوگا۔

دور کی تعریف: دور کی مختصر تعریف یہ ہے ''توقف الشیء علی نفسہ'' کسی چیز کا اپنی ذات پر موقوف ہونا چاہے ایک واسطے سے ہو یا کئے واسطوں سے مثلاً ''ا'' موقوف ہے ''ب'' پر

اور ''ب'' موقوف ہے ''ا'' پر تو ''ا'' موقوف ہوا ''ا'' پر ''ب'' کے واسطے سے یہ ''توقف الشی علی نفسہ'' ہے ایک واسطے سے اور اگر ''ا'' موقوف ہو ''ب'' پر اور ''ب'' موقوف ہو ''ج'' پر اور ''ج'' موقوف ہو ''ا'' پر تو ''ا'' موقوف ہوا ''ا'' پر دو واسطوں سے، پہلے کو دور مُصرَّح اور دوسرے کو دور مُضمَر کہتے ہیں۔

تسلسل کی تعریف: تسلسل کہتے ہیں ''ترتب امور غیر متناھیة'' غیر متناہی یعنی نہ ختم ہونے والے امور کا ترتب۔

دور اور تسلسل باطل ہیں تو تمام تصورات اور تصدیقات کا نظری ہونا بھی باطل ہوگا۔

اب شارحؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا چیز کا حصول بطریقہ دور ہو تو اس لئے باطل ہے کہ جب ہم تصور اور تصدیق کو حاصل کرنے کا ارادہ کریں گے تو اس کا حصول ایک دوسرے علم پر موقوف ہوگا اور وہ علم بھی نظری ہے تو اس کا حصول ایک دوسرے علم پر موقوف ہوگا وہ بھی نظری ہوگا تو اس کا حصول ایک اور علم پر موقوف ہوگا یا تو یہ سلسلہ غیر نہایہ تک چلے گا تو یہ تسلسل ہے یا اول کی طرف عود کر آئے گا تو یہ دور ہے دور اور تسلسل تو باطل ہیں تو تصور اور تصدیق کا حصول بھی بطریقہ دور اور تسلسل باطل ہوگا۔

دور کے طریقہ پر تصور اور تصدیق کا حصول اس لئے نہیں ہوسکتا کہ لازم آتا ہے ''کون الشیء حاصلا قبل حصولہ'' کہ ایک چیز اپنے وجود سے پہلے حاصل ہو اور کوئی بھی چیز اپنے وجود سے پہلے حاصل نہیں ہوسکتی تو دور کے طریقہ سے بھی کوئی تصور یا تصدیق حاصل نہ ہوگی۔

تسلسل کے طریقے سے تصور اور تصدیق کا حصول اس لئے نہیں ہوسکتا کہ پھر علم مطلوب کا حصول امور غیر متناہیہ کے استحضار پر موقوف ہوجائے گا اور امور غیر متناہیہ کا استحضار محال ہے لہذا علم مطلوب کا حصول بھی محال ہوجائے گا۔

قال بل البعض من کل منهمابديهي والبعض الاخر نظري يحصل منه بالفكر

وھو ترتیب امور معلومۃ للتادی الی مجھول وذلک الترتیب لیس بصواب دائما لمناقضۃ بعض العقلاء بعضا فی مقتضی افکارھم بل الانسان الواحد یناقض فی وقتین فمست الحاجۃ الی قانون یفید معرفۃ طرق اکتساب النظریات من الضروریات والاحاطۃ بالصحیح والفاسد من الفکر الواقع فیھا وھو المنطق ورسموہ بانہ الۃ قانونیۃ تعصم مراعاتھا الذھن عن الخطأ فی الفکر. ص ۳۱

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ دونوں میں سے بعض بدیہی ہیں اور بعض دوسرے نظری، نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جائے گا فکر کے ذریعہ اور فکر امور معلومہ کو ترتیب دینا ہے تا کہ مجہول تک پہنچا جائے اور یہ ترتیب ہمیشہ درست نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقلاء کا بعض کے ساتھ اختلاف واقع ہوا ہے فکر کے نتیجہ میں بلکہ ایک ہی انسان اپنے آپ کے ساتھ اختلاف کرتا ہے دو وقتوں میں تو حاجت درپیش ہوئی ایک ایسے قانون کی طرف جو نظریات کو بدیہات سے حاصل کرنے کے طریقوں کے حاصل کرنے کا فائدہ دے اور صحیح اور فاسد فکر کا احاطہ کر سکے اور وہ قانون منطق ہے اور منطق کی تعریف انہوں نے یہ بیان کی ہے یہ ایک قانونی آلہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطا فی الفکر سے بچاتا ہے۔

تشریح: بعض تصورات اور تصدیقات بدیہی اور بعض نظری ہیں:

یا تمام تصورات اور تصدیقات بدیہی ہوں گے یا تمام تصورات اور تصدیقات نظری ہوں گے یا بعض تصورات اور بعض تصدیقات بدیہی ہوں گے اور بعض تصورات اور تصدیقات نظیری ہوں گے۔

پہلے دونوں احتمال باطل ہیں لہذا تیسرا احتمال لازم ہے یعنی بعض تصورات اور تصدیقات بدیہی اور

بعض نظری ہوں گے نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جائے گا فکر اور نظر کے ذریعہ۔

فکر کی تعریف: فکر کی تعریف ہے"ترتیب امور معلومة للتأدی الی المجهول"

امور معلومہ کو ترتیب دینا تا کہ اس ترتیب کے ذریعہ مجہول تک پہنچا جاسکے۔

ترتیب کی تعریف: ترتیب کے لغوی معنی ہیں"جعل کل الشیء فی مرتبتہ" ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنا۔

اور اصطلاح میں"جعل الاشیاء المتعددة بحیث یطلق علیها اسم الواحد ویکون لبعضها الی البعض الأخر نسبة بالتقدم والتأخر"

متعدد چیزوں کو اس طرح ترتیب دینا کہ اس پر ایک نام بولا جائے اور بعض کو تقدم کی نسبت حاصل ہو اور بعض کو تأخر کی۔

فوائد قیود: اس تعریف میں"امور" جمع کا صیغہ ہے لیکن اس سے مافوق الواحد مراد ہے کیونکہ ترتیب جس طرح تین یا تین سے زیادہ امور میں ممکن ہے اس طرح دو چیزوں کو بھی ترتیب دی جاسکتی ہے۔

للتأدی الی المجهول: ترتیب کے ذریعہ مجہول تک رسائی ہوتی ہے مجہول کی قید اس لئے لگائی کہ اگر امور معلومہ کے ذریعہ امر معلوم حاصل کیا جائے تو اس سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے۔

امور معلومہ کے ذریعہ مجہول حاصل کرنا عام ہے چاہے تصوری ہو یا تصدیقی مجہول تصوری معلوم تصوری سے حاصل کیا جائے گا اور مجہول تصدیقی معلوم تصدیقی سے حاصل کیا جائے گا۔

علل اربعہ کا بیان: فکر کی یہ تعریف علل اربعہ پر مشتمل ہے۔

ترتیب کے ذریعہ اشارہ ہے علت صوری کی طرف مطابقی طور پر اور علت فاعلی کی طرف التزامی

طور پر کیونکہ ہر ترتیب کیلئے کوئی مرتب ہونا چاہئے۔ ''امور معلومة'' کے ذریعہ اشارہ ہے علت مادی کی طرف۔ للتأدی الی المجهول'' کے ذریعہ اشارہ ہے علت غائی کی طرف۔

احتیاج الی المنطق : ''وذلک الترتیب لیس بصواب دائما '' اس عبارت کے ذریعہ مصنفؒ نے احتیاج الی المنطق کو ثابت کیا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر ترتیب درست نہیں ہوتی کیونکہ اگر ہر ترتیب درست ہوتی تو عقلاء کے درمیان اختلاف واقع نہ ہوتا اپنی فکر کے نتیجہ میں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عقلاء کے درمیان اختلاف واقع ہوتا ہے چنانچہ بعض عقلاء ترتیب دیتے ہیں اور عالم کو حادث ثابت کرتے ہیں اور بعض عقلاء ترتیب دیتے ہیں اور عالم کو قدیم ثابت کرتے ہیں اب ضرور بالضرور دونوں فکروں میں سے ایک درست ہوگی اور دوسری باطل تو صحیح کو باطل سے ممتاز کرنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے اور وہ قانون منطق ہے۔

منطق کی وجہ تسمیہ: منطق یا تو مصدر میمی ہے معنی ہے گویا ہونا یا ظرف کا صیغہ معنی ہے نطق کی جگہ منطق کو اس لئے منطق کہتے ہیں کہ منطق کے ذریعہ قوت نطقیہ میں ترقی حاصل ہوتی ہے کیونکہ منطقی ایسی باتوں پر قادر ہوتا ہے جس پر غیر منطقی قادر نہیں ہوتا۔

منطق کی تعریف: منطق کی تعریف ہے ''الة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفکر''

منطق ایک قانونی الہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو فکر میں غلطی سے بچاتا ہے۔

فوائد قیود: الہ وہ چیز ہے جو فاعل اور منفعل کے درمیان واسطہ ہو فاعل کے اثر منفعل تک پہنچانے میں۔

قانون کے لغوی معنی ہیں مسطر الکتاب اور اصطلاح میں ''هو امر کلی ینطبق علی جمیع

جزئیاته'' یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔

قیود احترازیہ: منطق کی تعریف میں ''الة'' بمنزلہ جنس ہے ''قانونیة'' فصل اول ہے اس کے ذریعہ کاریگروں کے آلات خارج ہوگئے۔

''تعصم مراعاتها الذهن'' یہ فصل ثانی ہے اس کے ذریعہ علوم عربیہ خارج ہوگئے کیونکہ ان کی رعایت رکھنا خطاء فی التلفظ سے بچاتا ہے نہ کہ خطافی الفکر سے۔

منطق کی یہ تعریف رسمی ہے حدی نہیں:

مصنفؒ نے منطق کی اس تعریف کو رسمی قرار دیا ہے شارحؒ نے اس کے رسمی ہونے پر تین طریقوں سے استدلال کیا ہے۔

(۱) یہ تعریف بالآلہ ہے اور تعریف بالآلہ رسم ہوتی ہے۔

(۲) یہ تعریف بالغایہ ہے (کیونکہ منطق کی غایت ''صیانة الذهن عن الخطأ فی الفکر ہے) اور تعریف بالغایۃ رسم ہوتی ہے اس لئے کہ کسی چیز کی غایہ اس سے غارج ہوتی ہے۔

(۳) ''وههنا فائدة جليلة'' سے شارحؒ نے بیان کیا ہے کہ کسی علم کی حقیقت اس علم کے تمام مسائل ہوتے ہیں جب علم کے تمام مسائل حاصل ہو جائیں تو پھر اس کے مقابلہ میں اس علم کا نام رکھا جاتا ہے مثلاً علم فقہ ان تمام مسائل کا نام ہے جو علم فقہ میں بیان کئے جاتے ہیں صرف چند مسائل کو علم فقہ نہیں کہا جاتا، اسی طرح منطق نام ہے منطق کے تمام مسائل کا، جب منطق کے تمام مسائل حاصل ہو جائیں تو پھر اس کے مقابلے میں اسکا نام منطق رکھا جائے گا اور مقدمہ میں منطق کے تمام مسائل ذکر نہیں ہوتے بلکہ صرف تعریف، موضوع اور غرض ذکر کئے جاتے ہیں، جب مقدمہ میں تمام مسائل ذکر نہیں کئے جاتے تو مقدمہ میں تعریف حقیقی اور تعریف حدی بھی ذکر نہیں کی جائے گی بلکہ تعریف رسمی ذکر کی جائے گی۔

قال ولیس کله بدیهیا والالاستغنی عن تعلمه ولانظریا والالدار اوتسلسل بل بعضه بدیهي وبعضه نظری مستفاد منه ص ۳۹

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ پوری منطق بدیہی نہیں ورنہ اس کے تعلم سے بے نیازی ہوتی اورنہ پوری منطق نظری ہے ورنہ دوریا تسلسل لازم آئے گا بلکہ بعض بدیہی ہے اور بعض نظری جو بدیہی سے حاصل ہوتی ہے۔

پوری منطق بدیہی نہیں:

شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت ایک معارضہ کا جواب ہے معارضہ یہ ہے کہ معارض نے کہا کہ پوری منطق بدیہی ہے لہذا اس کے تعلم کی حاجت نہیں۔

معارض کے دعوی میں دو باتیں ہیں (۱) پوری منطق بدیہی ہے (۲) جب پوری منطق بدیہی ہے تو اس کے تعلم کی حاجت نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر پوری منطق بدیہی نہ ہو تو پھر منطق نظری ہوگی اور جب منطق کسبی اور نظری ہے تو اس کی تحصیل میں دوسرے قانون کی ضرورت ہوگی اور وہ قانون بھی نظری ہوگا تو اس کی تحصیل میں ایک اور قانون کی طرف احتیاج ہوگا تو یا یہ سلسلہ چلتا جائے گا تو یہ تسلسل ہے اور یا اول کی طرف لوٹ کر آئے گا تو یہ دور ہے دور اور تسلسل دونوں باطل ہیں اس لئے منطق کا نظری ہونا باطل ہو گیا۔

جواب: ماتن نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نہ پوری منطق بدیہی ہے ورنہ اس کے تعلم سے استغناء ہوتا (حالانکہ منطق کے تعلم سے استغناء نہیں ہے) اورنہ پوری منطق نظری ہے ورنہ دوریا تسلسل لازم آتا بلکہ بعض منطق بدیہی ہے اور بعض نظری اور نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جائے گا لہذا نہ دور لازم ہوا اور نہ تسلسل۔

واعلم ان ھھنا مقامین :یہ جواب شارحؒ کی طرف سے ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا معارضہ درحقیقت معارضہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ دو باتیں الگ الگ ہیں(۱) احتیاج الی نفس المنطق(۲) احتیاج الی تعلم المنطق۔

پہلے تو ہم آپ کا معارضہ مانتے نہیں لیکن اگر بالفرض ہم آپ کا معارضہ مان لیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منطق کے تعلم کی طرف حاجت نہیں یعنی''احتیاج الی تعلم المنطق'' ثابت نہیں اور جو دلیل قائم کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ''احتیاج الی المنطق''ثابت ہے حالانکہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ''احتیاج الی المنطق''ثابت ہو اور''احتیاج الی تعلم المنطق''ثابت نہ ہو اس بناء پر کہ منطق کے تمام مسائل بدیہی ہوں یا کسی اور ذریعے سے حاصل ہوں، تو یہ معارضہ درحقیقت معارضہ ہی نہیں ہے کیونکہ معارضہ کہتے ہیں مدعیٰ کی نقیض کو ثابت کرنا دلیل کے ساتھ اور یہاں پر نقیض ثابت نہ ہوئی۔

قال البحث الثانی فی موضوع المنطق موضوع کل علم مایبحث فیه عن عوارضه التی تلحقه لماهوهو ای لذاته اولمایساویه اولجزئه فموضوع المنطق المعلومات التصورية والتصديقية لان المنطقی یبحث عنها من حیث انها توصل الی مجهول تصوری اوتصدیقی ومن حیث انهایتوقف علیها الموصل الی التصور ککونها کلیة وجزئیة وذاتیة وعرضیة وجنسا وفصلا وخاصة ومن حیث انها یتوقف علیها الموصل الی التصدیق اما توقفا قریبا ککونها قضیة وعکس قضیة ونقیض قضیة واماتوقفا بعیدا ککونها موضوعات ومحمولات

.ص ۴۱

ترجمہ: دوسری بحث منطق کے موضوع کے بیان میں ہے ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس

میں اس علم کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے جو اس کو لذاتہ یا امر مساوی یا جزء کے واسطے سے لاحق ہوں اس لئے منطق کا موضوع معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں کیونکہ منطقی ان سے بحث کرتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہنچاتی ہیں اور اس حیثیت سے بھی بحث کرتا ہے کہ ان پر موصل الی التصور موقوف ہے جیسے ان کا کلی، جزئی، ذاتی، عرضی، جنس، فصل عرض اور خاصہ ہونا اور اس حیثیت سے کہ اس پر موصل الی التصدیق موقوف ہوتا ہے چاہے توقف قریب ہو جیسے ان کا قضیہ، عکس قضیہ اور نقیض ہونا یا توقف بعید ہو جیسے ان کا موضوع اور محمول ہونا۔

تشریح: علم منطق کے موضوع کا بیان:

مناطقہ کی عادت رہی ہے کہ علم منطق کے موضوع بیان کرنے سے پہلے مطلق موضوع کی تعریف بیان کرتے ہیں تا کہ مطلق موضوع کی تعریف سمجھنے کے بعد علم منطق کے موضوع کا سمجھنا آسان ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''موضوع کل علم مایبحث فیه عوارضه الذاتية'' کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس میں اس علم کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے۔

عوارض کی اقسام:

عوارض دو قسم پر ہیں (۱) عوارض ذاتیہ (۲) عوارض غریبہ۔

عوارض ذاتیہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عارض معروض کو لاحق ہو معروض کی ذات کی وجہ سے جیسے تعجب انسان کو لاحق ہے انسان کی ذات کی وجہ سے۔

(۲) عارض معروض کو لاحق ہو جزء کے واسطے سے جیسے حرکت بالارادہ انسان کو لاحق ہے حیوان کے واسطے سے اور حیوان انسان کا جزء ہے۔

(۳) عارض معروض کولاحق ہوامر مساوی کے واسطے سے جیسے ضحک، انسان کولاحق ہے تعجب کے واسطے سے اور تعجب انسان کا مساوی ہے۔

عواض غریبہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عارض معروض کولاحق ہوامر خارج عام کے واسطے سے جیسے حرکت بالارادہ ابیض کولاحق ہے جسم کے واسطے سے اور جسم ابیض سے عام ہے۔

(۲) عارض معروض کو لاحق ہوامر خارج خاص کے واسطے سے جیسے ضحک، حیوان کو عارض ہے انسان کے واسطے سے اور انسان، حیوان سے عام ہے۔

(۳) عارض معروض کولاحق ہوامر مبائن کے واسطے سے جیسے حرارت پانی کولاحق ہے آگ کے واسطے سے اور آگ پانی کا مبائن ہے۔

لیکن علم میں عوارض ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے عوارض غریبہ سے بحث نہیں ہوتی۔

علم منطق کے موضوع کی تعریف:

"المعلومات التصورية والتصديقية من حيث انها موصولة الى مجهول تصوری اومجهول تصديقي"

علم منطق کا موضوع معلومات تصوریہ اور معلومات تصدیقیہ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک پہنچانے والے ہوں۔

علم منطق میں یاان چیزوں سے بحث ہوگی جو موصل الی التصور ہوں جیسے حدتام، حدناقص، رسم تام اور رسم ناقص یاان چیزوں سے بحث ہوگی جن پر موصل الی التصور موقوف ہو جیسے جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام، کلی، جزئی وغیرہ ہونا۔

اسی طرح یا موصل الی التصدیق سے بحث ہوگی جیسے قضیہ، عکس قضیہ، نقیض قضیہ وغیرہ یاان چیزوں سے جن پر موصل الی التصدیق موقوف ہو جیسے موضوع اور محمول ہوناوغیرہ۔

خلاصہ کلام یہ کہ منطقی یا معلومات تصوریہ اور معلومات تصدیقہ کے احوال سے بحث کرے گا اب یہ یا تو نفس ایصال الی المجہولات ہوگا یا وہ احوال ہوں گے جن پر ایصال موقوف ہو اور یہ احوال موضوع کی ذات کو عارض ہوتے ہیں تو منطقی موضوع کے احوال ذاتیہ سے بحث کرتا ہے۔

قال وقد جرت العادة بان يسمى الموصل الى التصور قولا شارحا والموصل الى التصديق حجة ويجب تقديم الاول على الثانى وضعا لتقدم التصور على التصديق طبعا لان كل تصديق لابدفيه من تصور المحكوم عليه امابذاته اوبامر صادق عليه والمحكوم به كذلك والحكم لامتناع الحكم ممن جهل احدهذه الامور. ص ۴۶

ترجمہ: اور مناطقہ کی عادت رہی ہے کہ موصل الی التصور کو قول شارح ل اور موصول الی التصدیق کو حجت کہتے ہیں اور واجب ہے اول کے مباحث کی تقدیم ثانی پر ذکر کے اعتبار سے کیونکہ تصور کو تصدیق پر تقدم طبعی حاصل ہے اس لئے کہ ہر تصدیق میں محکوم علیہ کا تصور یا تو بذاتہ لازم ہے یا ایسے امر کی وجہ سے جو اس پر صادق ہو اسی طرح محکوم بہ اور حکم کا تصور کیونکہ حکم لگانا ممتنع ہے اس شخص کیلئے جو ان امور سے جاہل ہو۔

تشریح: قول شارح اور حجت کا بیان:

منطق کی غرض معلومات سے مجہولات کو حاصل کرنا ہے، اب مجہول یا تصوری ہوگا یا تصدیقی ،اور مناطقہ کی یہ عادت رہی ہے کہ موصل الی التصور کو قول شارح کہتے ہیں قول اس لئے کہ قول مرکب کو کہتے ہیں اور یہ بھی غالبا مرکب ہوتا ہے اور شارح اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اشیاء کی ماہیت اور حقیقت کی شرح اور وضاحت کرتا ہے۔

اور موصل الی التصدیق کو حجت کہتے ہیں کیونکہ یہ ماخوذ ہے "حَــجَّ یَحُــجُّ" سے بمعنی غلبہ حاصل

کرنا اور حجت کے ذریعہ بھی آدمی اپنے مخاطب پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔

موصل الی التصور کے مباحث کی تقدیم واجب (پسندیدہ) ہے موصل الی التصدیق کے مباحث پر ذکر کے اعتبار سے کیونکہ موصل الی التصور تصورات ہیں اور موصل الی التصدیق، تصدیقات ہیں اور تصور، تصدیق پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو ذکر کے اعتبار سے بھی مقدم کرنا چاہیئے تاکہ وضع، طبع کے مطابق ہو جائے۔

تقدم طبعی کی تعریف:

تقدم طبعی اس کو کہتے ہیں کہ متاخر، متقدم کی طرف محتاج ہو لیکن متقدم، متاخر کیلئے علتِ تامہ نہ ہو۔ اور تصور بھی اسی طرح ہے کیونکہ تصور، تصدیق کیلئے محتاج الیہ ہے لیکن تصور، تصدیق کیلئے علت تامہ نہیں ہے کیونکہ اگر تصور، تصدیق کیلئے علت تامہ ہوتا تو ہر تصور کے ساتھ تصدیق لازم ہوتی حالانکہ تصور کے وجود کے وقت تصدیق کا وجود ضروری نہیں۔

ہم نے کہا کہ تصور، تصدیق کیلئے محتاج الیہ ہے اور یہ بات یہاں پر صادق ہے کیونکہ تصدیق میں تین تصورات ہوتے ہیں (۱) محکوم علیہ کا تصور چاہے بذاتہ ہو یا ایسے امر کی وجہ سے جو اس پر صادق ہو۔ (۲) محکوم بہ کا تصور (۳) حکم کا تصور۔

وفی هذا الکلام قد نبه علی فائدتین:

شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس کلام "لان کل تصدیق لابدفیه من تصور المحکوم علیه امابذاته اوبامر صادق علیه" میں مصنفؒ نے دو فائدوں پر تنبیہ کی ہے۔

(۱) پہلا یہ کہ تصدیق کا محکوم علیہ کے تصور کا استدعا اور تقاضا کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تصدیق میں محکوم علیہ کا "تصور بکنه الحقیقة" ضروری ہے بلکہ محکوم علیہ کا "تصور بوجهٍ ما" بھی کافی ہے

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مناطقہ کے نزدیک حکم کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔(۱) نسبت ایجابیہ اورسلبیہ پر (۲) ایقاع النسبۃ وانتزاع النسبۃ پر۔

ماتن کے کلام میں حکم دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے یعنی'' **والحکم لامتناع الحکم ممن جھل احد ھــذہ الامــور** ''اس میں پہلی جگہ حکم سے نسبت ایجابیہ یاسلبیہ مراد ہےاور دوسری جگہ حکم سے ایقاع النسبۃ یاانتزاع النسبۃ مراد ہے۔

یہاں پر احتمالات عقلیہ تین ہیں۔

(۱) دونوں جگہ حکم سے نسبت ایجابیہ یاسلبیہ مراد ہو یہ احتمال اس لئے درست نہیں کہ پھر اس کا معنی یہ ہوگا تصدیق میں نسبت ایجابیہ یاسلبیہ کا تصور ضروری ہے کیونکہ اگر نسبت ایجابیہ کا تصور نہ کیا جائے تو پھر نسبت ایجابیہ یاسلبیہ ممتنع ہوگی۔اور یہ مطلب اس لئے درست نہیں کہ نسبت ایجابیہ کا تحقق اس کے تصور پر موقوف نہیں۔

(۲) دونوں جگہ ایقاع النسبۃ یاانتزاع النسبۃ مراد ہو یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ معنی یہ ہوگا کہ تصدیق میں ایقاع کا تصور ضروری ہے ورنہ ایقاع حاصل نہ ہوگا۔

لیکن جب نسبت واقع ہوگئی تو تصدیق حاصل ہوگئی اس کا حصول پھر ایقاع کے تصور پر موقوف نہیں لہٰذا یہ احتمال بھی باطل ہے۔

(۳) پہلی جگہ نسبت ایجابیہ یاسلبیہ مراد ہو اور دوسری جگہ ایقاع النسبۃ یاانتزاع النسبۃ مراد ہو یہ احتمالِ درست ہے۔

قـال واما الـمـقـالات فثلث المقالة الاولی ففی المفردات وفیها اربعة فصول الـفـصـل الاول فـی الالـفـاظ دلالة اللفظ علی المعنی بتوسط الوضع له مطابقة کـدلالة الانسـانِ عـلـی الـحـیـوان الـناطق وبتوسطه لمادخل فیه ذلـک المعنی تـضـمن کدلالته علی الحیوان اوعلی الناطق فقط وبتوسطه لماخرج عنه التزام

کدلالته علی قابل العلم وصنعة الکتابة ص ۵۰

ترجمہ: کہا کہ مقالات تین ہیں پہلا مقالہ مفردات کے بیان میں ہے اور اس میں چار فصلیں ہیں، پہلی فصل الفاظ کے بیان میں ہے لفظ کی دلالت اپنے معنی پر وضع کے واسطے سے مطابقی ہے جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر اور لفظ کی دلالت وضع کے واسطے سے اس کیلئے جس میں یہ معنی داخل ہے تضمنی ہے جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر اور لفظ کی دلالت وضع کے واسطے سے اس کیلئے جس سے یہ معنی خارج ہے التزامی ہے جیسے انسان کی دلالت قابل علم اور صنعت کتابت پر۔

تشریح: مقالہ اولیٰ مفردات کے بیان میں ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ مناطقہ کا الفاظ کی بحث سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مناطقہ بحث کرتے ہیں قول شارح اور حجت سے اور ان دونوں کا تعلق معانی سے ہے نہ کہ الفاظ سے لیکن پھر بھی مناطقہ الفاظ سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ موقوف ہیں الفاظ پر اس لئے مناطقہ اپنی کتابوں میں سب سے پہلے الفاظ کی بحث کو بیان کرتے ہیں اور الفاظ چونکہ دلالت کرنے والے ہیں معانی پر اس لئے مصنفؒ دلالت کی بحث بھی یہاں شروع کر دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ دلالت کے معنی ہیں ''**کون الشیء بحیث یلزم من العلم به العلم بشیء اخر**'' کسی چیز کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو جائے۔

دلالت کی اقسام: دلالت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں (۱) دلالت لفظیہ کہ جس میں دال لفظ ہو (۲) دلالت غیر لفظیہ کہ جس میں دال لفظ نہ ہو۔

پھر دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دلالت لفظیہ وضعیہ۔ کہ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت واضع کے وضع کرنے کی وجہ سے ہو

جیسے حیوان ناطق کی دلالت انسان پر۔

(۲) دلالت لفظیہ طبعیہ۔ کہ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت طبعیت کی بناء پر ہو جیسے اح اح کی دلالت سینے کے درد پر۔

(۳) دلالت لفظیہ عقلیہ۔ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت عقل کی بناء پر ہو جیسے لفظِ دیز کی دلالت جو دیوار کے پیچھے سے سنا جائے بولنے والے کے وجود پر۔

لیکن مناطقہ ان تمام میں سے صرف دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ اس سے باسانی ممکن ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دلا مطابقی (۲) تضمنی (۳) التزامی۔

دلالت مطابقی کی تعریف: لفظ کی دلالت وضع کے واسطے سے اپنے پورے معنی موضوع لہ پر مطابقی ہے جیسے لفظ انسان کی دلالت حیوان ناطق پر۔

دلالت تضمنی کی تعریف: لفظ کی دلالت اپنے معنی پر اس واسطے سے کہ لفظ موضوع ہو ایسے معنی کیلئے کہ معنی مدلول اس معنی (کل) میں داخل ہو جیسے لفظ انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر، لفظ انسان کی دلالت حیوان پر یا ناطق پر تضمنی ہے کیونکہ لفظ انسان وضع ہے حیوان ناطق کے مجموعہ کیلئے صرف حیوان یا صرف ناطق اس میں داخل ہے۔

دلالت التزامی کی تعریف: لفظ کی دلالت اپنے معنی پر اس واسطے سے ہو کہ وہ لفظ ایک ایسے معنی کیلئے وضع ہو کہ جس معنی سے معنی مدلول خارج ہو اور اسی کو لازم ہو جیسے لفظ انسان کی دلالت قابل علم اور صنعت کتابت پر اس واسطے سے ہے کہ لفظ انسان وضع ہے حیوان ناطق کیلئے اور معنی مدلول (یعنی معنی التزامی) اس معنی موضوع (حیوان ناطق) سے خارج ہے لیکن اس کیلئے

لازم ہے۔

ہرایک کی وجہ تسمیہ: دلالت مطابقی کو مطابقی اس لئے کہتے ہیں کہ ماخوذ ہے تطابق سے اور تطابق کے معنی ہیں توافق اور مطابقی میں بھی چونکہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے مطابق اور موافق ہوتا ہے اس لئے اس کو مطابقی کہتے ہیں۔

اور تضمنی کو تضمنی اس لئے کہتے ہیں کہ معنی موضوع لہ کا جزء معنی موضوع کے ضمن میں داخل ہوتا ہے تو گویا کہ یہ معنی موضوع لہ کے ضمن پر دلالت ہے۔

دلالت التزامی کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہے کہ ہرامر خارج پر دلالت نہیں ہوتی بلکہ اس امر خارج پر دلالت ہوگی جو معنی موضوع لہ کیلئے لازم ہو، جب امر خارج لازم پر دلالت ہے تو یہ دلالت التزامی قرار پائی۔

توسط وضع کی قید کا فائدہ: مصنفؒ نے مطابقی، تضمنی اور التزامی میں سے ہرایک کی تعریف کو مقید کیا ہے توسط وضع کی قید کے ساتھ کیونکہ اگر یہ قید نہ لگائی جاتی تو ہرایک کی تعریف ٹوٹ جاتی دوسری سے۔

اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ ایک لفظ مشترک ہو کل اور جزء کے درمیان مثلاً لفظ امکان ہے یہ امکان خاص اور امکان عام دونوں کیلئے وضع ہے امکان خاص کہتے "**سلب الضرورة عن الجانبین**" اور امکان عام کہتے ہیں "**سلب الضرورة عن الجانب المخالف**" امکان خاص کل ہے اور امکان عام جزء۔

پس جب لفظ امکان بول کر امکان خاص مراد ہو تو یہ دلالت مطابقی ہے لیکن اس پر یہ بھی صادق آتا ہے کہ اس وقت یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے امکان عام مراد ہو تو یہ دلالت تضمنی بن جائے گی لہذا جو دلالت مطابقی تھی وہ دلالت تضمنی بن جائے گی۔

اسی طرح اگر لفظ امکان بول کر امکان عام مراد ہو تو یہ دلالت تضمنی ہے لیکن اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے امکان خاص مراد ہو تو جو دلالت تضمنی تھی وہ دلالت مطابقی بن جائے گی۔

لیکن جب توسط وضع کی قید کے ساتھ مقید کیا جائے تو پھر کسی کی تعریف دوسری سے نہیں ٹوٹے گی کیونکہ جب لفظ امکان، امکان خاص کیلئے وضع ہو تو اس وضع کے ساتھ لفظ امکان کی دلالت امکان خاص پر مطابقی ہے لیکن اس وضع کے ساتھ امکان عام پر مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک لفظ مشترک ہو لازم اور ملزوم کے درمیان مثلاً لفظ شمس۔ شمس جرم (سورج کے ٹکیہ) کیلئے بھی وضع ہے اور روشنی کیلئے بھی اب اگر ہر ایک کی تعریف میں توسط وضع کی قید نہ لگائی جائے تو پھر مطابقی کی تعریف ٹوٹ جائے گی التزامی سے کہ شمس بول جرم مراد ہو تو مطابقی ہے لیکن شمس چونکہ روشنی کیلئے بھی وضع ہے لہذا یہ بھی مطابقی ہونا چاہیے۔

لیکن جب ہم نے توسط وضع کی قید لگائی مثلاً شمس بول کر جرم مراد ہو تو اس وضع کے ساتھ جرم پر دلالت مطابقی ہوگی لیکن روشنی پر مطابقی نہ ہوگی بلکہ التزامی ہوگی۔

قال ویشترط فی الدلالة الالتزامیة کون الخارج بحالة یلزم من تصور المسمی فی الذهن تصوره والا لامتنع فهمه من اللفظ ولایشترط فیها کونه بحالة یلزم من تحقق المسمی فی الخارج تحققه فیه کدلالة لفظ العمی علی البصر مع عدم الملازمة بینهما فی الخارج . ص ٥٥

ترجمہ: دلالت التزامی میں امر خارج کا اس طرح ہونا شرط ہے کہ ذہن میں مسمی (ملزوم) کے تصور سے اس خارج (لازم) کا تصور ہو جائے ورنہ اس کا لفظ سے سمجھنا ممتنع ہو جائے گا اور یہ شرط نہیں کہ مسمی کا خارج میں ثابت ہونے سے لازم بھی خارج میں موجود ہو جیسے لفظ ''عمی'' دلالت کرتا ہے بصر پر باوجودیکہ خارج میں دونوں کے درمیان ملازمہ نہیں ہے۔

تشریح: دلالت التزامی میں امر خارج پر دلالت ہوتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیۓ کہ ہر امر خارج پر دلالت نہیں ہوتی کیونکہ امر خارج تو لاتعداد امور ہیں اور نہ خاص امر خارج پر دلالت ہوتی ہے ورنہ ترجیح بلامرجح لازم آۓ گی لہذا امر خارج پر دلالت کرنے کیلیۓ کوئی قرینہ ہونا چاہیۓ اور وہ ہے لزوم ذہنی۔

لزوم کی اقسام: لزوم کی دو قسمیں ہیں (۱) لزوم ذہنی (۲) لزوم خارجی۔

لزوم ذہنی کی تعریف: ''کون الامر الخارج لازما لمسمی اللفظ بحیث یلزم من تصور المسمی تصورہ'' امر خارجی کا اس طرح ہونا کہ مسمی (یعنی ملزوم) کے تصور سے لازم کا تصور ضرور سمجھ میں آجاۓ جیسے ''عمی'' کے تصور سے فوراً لازم یعنی بصر کا تصور سمجھ میں آجاتا ہے تو بصر، عمی کیلیۓ لازم ہے لیکن ذہن میں خارج میں نہیں کیونکہ خارج میں عمی اور بصر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

لزوم خارجی کی تعریف: ''کون الامر الخارج بحیث یلزم من تحقق المسمی فی الخارج تحققہ فی الخارج '' امر خارجی کا اس طرح ہونا کہ جب خارج میں ملزوم کا تصور کیا جاۓ تو امر خارجی (یعنی لازم) بھی خارج میں متحقق ہو جیسے احراق آگ کیلیۓ لازم ہے لیکن خارج میں ذہن میں نہیں۔

دلالت التزامی میں لزوم ذہنی شرط ہے:

دلالت التزامی میں لزوم ذہنی شرط ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کیلیۓ ذہن میں لازم ہو مثلاً بصر، عمی کیلیۓ لازم ہے لیکن ذہن میں خارج میں نہیں کیونکہ خارج میں عمی اور بصر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ لزوم خارجی شرط نہیں کیونکہ اگر لزوم خارجی کو شرط قرار دیا جاۓ تو پھر دلالت التزامی اس کے بغیر

متحقق نہیں ہوگی اور لازم باطل ہے یعنی دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر موجود ہے تو ملزوم بھی باطل ہوگا یعنی لزوم خارجی کو شرط قرار دینا بھی باطل ہوگا۔

والمطابقة لاتستلزم التضمن كمافى البسائط واما استلزامها الالتزام فغير متيقن لان وجود لازم ذهنى لكل ماهية يلزم من تصورها تصوره غير معلوم وماقيل ان تصور كل ماهية يستلزم تصور انها ليست غيرها فممنوع ومن هذا تبين عدم استلزام التضمن الالتزام واما هما فلايوجدان الا مع المطابقة لاستحالة وجود التابع من حيث انه تابع بدون المتبوع. ۵۸

ترجمہ: دلالت مطابقی، تضمنی کو مستلزم نہیں ہے جیسے بسائط میں اور رہا مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا تو وہ غیر یقینی ہے کیونکہ ہر ماہیت کیلئے ایسے لازم ذہنی کا ہونا کہ ماہیت کے تصور سے اس کا تصور لازم ہو معلوم نہیں ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہر ماہیت کا تصور اس تصور کو مستلزم ہے کہ "ماہیت کا غیر نہیں ہے" یہ ممنوع ہے یہاں سے تضمنی کا التزامی کو مستلزم نہ ہونا ظاہر ہو گیا اور تضمنی و التزامی، مطابقی کے بغیر نہیں پائی جاتیں اس لئے کہ تابع کا وجود تابع ہونے کی حیثیت سے متبوع کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

تشریح: دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کے درمیان نسبت:

دلالت مطابقی اور تضمنی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہے یعنی جہاں دلالت تضمنی ہوگی وہاں مطابقی بھی ہوگی لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں مطابقی ہو وہاں تضمنی بھی ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک لفظ ایک معنی بسیط کیلئے وضع ہو تو اس صورت میں مطابقی موجود ہے لیکن تضمنی نہیں کیونکہ لفظ کا جزء نہیں تو تضمنی کہاں سے آئے گی مصنفؒ کے قول "**والمطابقة لاتستلزم التضمن**" کا یہی مطلب ہے کہ دلالت مطابقی، دلالت تضمنی کو مستلزم نہیں یعنی مطابقی کیلئے تضمنی لازم نہیں

ہے بلکہ مطابقی، تضمنی کے بغیر پائی جاسکتی ہے۔

اب دلالت مطابقی، دلالت التزامی کومستلزم ہے یانہیں؟اس کے بارے میں عام مناطقہ کی رائے یہ ہے کہ دلالت مطابقی ، التزامی کومستلزم نہیں البتہ التزامی ، مطابقی کومستلزم ہے یعنی مطابقی اور التزامی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہے جہاں التزامی ہوگی وہاں مطابقی ضرور ہوگی لیکن جہاں مطابقی ہوتو وہاں التزامی کا موجود ہونا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ایک لفظ ایسے معنی کیلئے وضع ہو جس کیلئے کوئی لازم ذہنی نہ ہو۔

لیکن صاحب قطبی فرماتے ہیں کہ مطابقی کا التزامی کومستلزم ہونا غیر یقینی ہے کیونکہ مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا اس وقت ہوگا جبکہ معنی کیلئے کوئی ایسا لازم ہو کہ اس معنی کے تصور سے لازم کا تصور ذہن میں آتا ہو لیکن اس معنی کیلئے ایسے لازم کا موجود ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ماہیت ایسی ہو کہ اس کا کوئی لازم ہی نہ ہو تو اس وقت دلالت مطابقی تو ہوگی لیکن التزام نہ ہوگی لہذا جب ایسے لازم کا موجود ہونا ثابت نہ ہوا تو مطابقی کا التزامی کومستلزم ہونا بھی یقینی طور پر ثابت نہ ہوا۔

امام رازیؒ کا مسلک: امام زاریؒ کا مسلک یہ ہے کہ دلالت مطابقی ، التزامی کو مستلزم ہے کیونکہ ہر ماہیت کیلئے کوئی نہ کوئی لازم ہوتا ہے اگر کوئی اور لازم نہ ہو تو کم از کم ''لیس غیرھا'' اس کیلئے لازم ہے کہ یہ ماہیت خود ہے غیر نہیں۔

جواب: جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ ہر ماہیت کا تصور ''لیس غیرھا'' کومستلزم ہے کیونکہ ہم بسا اوقات بہت ساری ماہیات اور حقائق کا تصور کرتے ہیں لیکن ہمارے ذہن میں غیر کا خیال نہیں آتا چہ جائیکہ ''لیس غیرھا'' کا خیال آجائے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ لازم سے مطلق لازم مراد نہیں بلکہ لازم بین بمعنی الاخص مراد ہے اور لازم بین بمعنی الاخص میں ''لیس غیرھا'' شامل نہیں ہے۔

ومن هذا تبین عدم استلزام التضمن الالتزام:

شارح فرماتے ہیں کہ ماتن کی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ ماتن کی عبارت "ومن هذا تبین عدم استلزام التضمن الالتزام" کا مطلب ہے کہ تضمنی کا التزامی کو مستلزم نہ ہونا ظاہر ہے یعنی یہ بات واضح ہے کہ دلالت تضمنی، دلالت التزامی کو مستلزم نہیں ہے۔

اور اس کیلئے جو دلیل پیش کی ہے وہ ماقبل میں اس عبارت سے مفہوم ہو رہی ہے "لان وجود لازم ذهنی لکل ماهیة یلزم من تصورها تصوره غیر معلوم"۔

اس دلیل سے عدم ظہور مفہوم نہیں ہو رہا ہے بلکہ ظہور عدم مفہوم ہو رہا ہے یعنی تضمنی کا التزامی کو مستلزم ہونا ظاہر نہیں ہے حالانکہ عدم ظہور اور ظہورِ عدم میں فرق ہے کیونکہ عدم ظہور میں نفی ظہور پر مقدم ہے تو معنی یہ ہوا کہ نہ ہونا ظاہر ہے یعنی نفس الامر میں ثابت نہیں ہے اور ظہور عدم میں نفی ظہور سے مؤخر ہے معنی یہ ہے کہ تضمنی کا التزامی کو مستلزم ہونا ظاہر نہیں ہے اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ نفس الامر میں ثابت ہو لیکن ظاہر نہ ہو۔

واماهما فمستلزمان للمطابقة ص ۵۹:

دلالت تضمنی اور التزامی دونوں مستلزم ہیں مطابقی کو یعنی دلالت تضمنی اور التزامی، دلالت مطابقی کے بغیر نہیں پائی جاتیں کیونکہ تضمنی اور التزامی تابع ہیں اور مطابقی متبوع اور قاعدہ یہ ہے کہ تابع (اس حیثیت سے کہ وہ تابع ہو) متبوع کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

وانماقید بالحیثیة ص ۶۰: شارح فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے تابع کو حیثیت کی قید کے ساتھ مقید کیا اس کے ذریعہ احتراز ہے تابع اعم سے مثلاً حرارت لازم ہے آگ کیلئے لیکن کبھی آگ کے بغیر بھی حرارت پائی جاتی ہے جیسا کہ سورج کی گرمی سے یا تیز دوڑنے یا رگڑنے سے اس صورت میں تابع، متبوع کے بغیر پایا گیا۔ لیکن جب اس کو تابع کی حیثیت کے ساتھ مقید

کیا جائے تو پھر یہ اعتراض لازم نہ ہوگا کیونکہ جو حرارت آگ کی تابع ہے وہ آگ کے بغیر نہیں پائی جاتی۔

قال والدال بالمطابقة ان قصدبجزئه الدلالة علی جزء معناه فهو المرکب کرامی الحجارة والافهو المفرد.ص ۶۰

ترجمہ: وہ لفظ جو اپنے معنی پر مطابقی طور پر دلالت کرتا ہے اگر اس کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت مقصود ہو تو وہ مرکب ہے جیسے رامی الحجارۃ ورنہ مفرد ہے۔

تشریح: مفرد اور مرکب کی تعریف: اگر لفظ کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد کیا جائے تو وہ مرکب ہے جیسے ''رامی الحجارة '' اس کے دو جزء ہیں ''رامی'' جو دلالت کرتا ہے اس ذات پر جس کی طرف ''رمی'' منسوب ہے اور ''الحجارۃ'' جو دلالت کرتا ہے ایک معین جسم پر دونوں معنوں کا مجموعہ ''رامی الحجارہ'' ہے۔

مرکب میں چار قیود ہیں۔

(۱) لفظ کا جزء ہو (۲) معنی کا جزء ہو (۳) لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت کرتا ہو (۴) یہ دلالت بھی مقصود ہو۔

مفرد کی تعریف: مفرد وہ لفظ ہے جس کے لفظ کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

مفرد کی تعریف میں بھی چار قیود ہیں۔

(۱) لفظ کا جزء نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام۔

(۲) لفظ کا جزء ہو لیکن معنی کا جزء نہ ہو جیسے زید (۳) لفظ کا بھی جزء ہو معنی کا بھی جزء ہو لیکن جزء لفظ جزء معنی پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے عبداللہ جب کسی کا علم ہو۔

(۴) لفظ کا بھی جزء ہو معنی کا بھی جزء ہو جزء لفظ جزء معنی پر دلالت بھی کرتا ہو لیکن دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق جب کسی کا نام رکھ دیا جائے۔

فان قيل المفرد مقدم على المركب طبعا:

اعتراض یہ ہے کہ مفرد طبعی طور پر مرکب سے مقدم ہوتا ہے تو ماتن نے کیوں مؤخر کر دیا؟

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ مفرد اور مرکب کے دو اعتبار ہیں (۱) باعتبار ذات (۲) باعتبار مفہوم

باعتبار ذات مفرد مقدم ہے مرکب پر لیکن مفہوم کے اعتبار سے مرکب مقدم ہے کیونکہ مرکب کی تعریف میں جتنی قیود ہیں وہ سب وجودی ہیں اور مفرد کی تعریف میں جتنی قیود ہیں وہ سب عدمی ہیں اور تصور میں وجود مقدم ہوتا ہے عدم پر اس لئے مرکب کو مقدم کر دیا ہے مفرد پر تعریف میں لیکن آگے جو اقسام بیان کر رہے ہیں تو اس میں مفرد کو مقدم کر دیا کیونکہ اقسام باعتبار ذات ہوتی ہیں اور مفرد کی ذات مقدم ہے مرکب کی ذات پر۔

وانما اعتبر فی المقسم دلالة المطابقة:

یہ اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنفؒ نے مفرد اور مرکب کی تقسیم میں دلالت مطابقی کا اعتبار کیوں کیا؟

جواب (۱): مفرد اور مرکب کی تقسیم میں دلالت مطابقی کی قید ضروری ہے کیونکہ لفظ کے مفرد اور مرکب ہونے میں یہ بات معتبر ہے کہ لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت کرے تو یہ مرکب ہے ورنہ مفرد ہے۔

۲ اگر اس میں دلالت تضمنی یا التزامی کا اعتبار کیا جائے تو پھر یہ خرابی لازم آئے گی کہ ایک لفظ مرکب ہو دو ایسے الفاظ سے جو معنی بسیط کیلئے وضع ہوں تو اس کا مفرد بننا لازم آئے گا کیونکہ جزء لفظ جزء

معنی تضمنی پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس کا جزء ہی نہیں تو کیا دلالت کرے گا لہذا مرکب کا مفرد بننا لازم آئے گا۔

اسی طرح جب ایک لفظ مرکب ہو دو ایسے الفاظ سے جس کیلئے کوئی لازم ذہنی نہ ہو تو اس کا بھی مفرد بننا لازم آئے گا کیونکہ جزء لفظ جزء معنی التزامی پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس کیلئے کوئی لازم نہیں ہے تو کیا دلالت کرے گا تو مرکب کا مفرد بننا لازم آئے گا۔

لیکن جب تقسیم میں دلالت مطابقی کا اعتبار کیا جائے گا تو یہ اعتراض لازم نہ ہوگا۔

جواب (۲): دوسرا جواب یہ ہے کہ جب معنی تضمنی اور معنی التزامی میں افراد یا ترکیب پائی جائے گی تو معنی مطابقی میں بھی پائی جائے گی کیونکہ ہر تضمنی اور التزامی کے ساتھ مطابقی لازم ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معنی مطابقی کے اعتبار سے افراد اور ترکیب پائی جاتی ہے لیکن معنی تضمنی اور التزامی کے اعتبار سے نہیں پائی جاتی اس لئے مقسم میں دلالت مطابقی کا اعتبار کیا۔

پہلی وجہ دال علی الوجوب ہے اور دوسری وجہ دال علی الاولویۃ ہے۔

قال وهو ان لم يصلح لان يخبر به وحده فهو الاداة كفي ولا وان صلح لذلك فان دل بهيته على زمان معين من الازمنة الثلثة فهو الكلمة وان لم يدل فهو الاسم ص ٦٥

ترجمہ: اگر اس میں اکیلا مخبر بہ ہونے کی صلاحیت نہ ہو تو اداۃ ہے جیسے "فی" اور "لا" اور اگر اس کی صلاحیت ہو پس اگر اپنی ہیئت کی وجہ سے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک معین زمانہ پر دلالت کرتا ہو تو وہ کلمہ ہے اور اگر (زمانہ پر) دلالت نہ کرتا ہو تو وہ اسم ہے۔

مفرد کی تقسیم اسم، کلمہ اور ادات کی طرف:

مفرد کی تین قسمیں ہیں (۱) اسم (۲) کلمہ (۳) ادات۔

وجہ حصر تینوں میں یہ ہے کہ مفرد میں یا اکیلے مخبر بہ ہونے کی صلاحیت ہوگی یا نہ ہوگی اگر اکیلے مخبر بہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ ''ادات'' (حرف) ہے اور اگر اکیلے مخبر بہ ہونے کی صلاحیت ہو پس اگر اپنی ہیئت کی وجہ سے کسی معین زمانہ پر دلالت کرتا ہو تو وہ کلمہ (فعل) ہے ورنہ اسم ہے۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے ''ادات'' کیلئے دو مثالیں پیش کی ہے یعنی ''فی'' اور ''لا'' وجہ اس کی یہ ہے کہ جو چیز مخبر بہ واقع نہیں ہوتی یا تو بالکل ہی مخبر بہ واقع نہ ہوگی جیسے ''فی'' کیونکہ ''فی الدار'' میں ''فی'' مخبر بہ نہیں بلکہ ''استقر یامستقر'' مخبر بہ ہے اور یا مخبر بہ ہوگی لیکن اکیلے نہیں بلکہ غیر کے ساتھ ملکر مخبر بہ واقع ہوگی جیسے ''لا'' کیونکہ ''زید لا حجر'' میں صرف ''لا'' مخبر بہ نہیں ہے بلکہ ''لا حجر'' کا مجموعہ مخبر بہ ہے۔

والمراد بالهيئة والصيغة: کلمہ میں دو چیزیں ہیں ایک ہیئت اور دوسرا مادہ۔

ہیئت اور صیغہ سے وہ صورت مراد ہے جو کلمہ کو حروف کی ترتیب، تقدیم اور تاخیر سے حاصل ہے اور مادہ سے مراد کلمہ کے حروف ہیں۔

مصنفؒ نے کلمہ کی تعریف میں ہیئت اور صیغہ کی قید لگائی تا کہ کلمہ کی تعریف سے وہ الفاظ خارج ہوجائیں جو زمانہ پر تو دلالت کرتے ہیں لیکن ہیئت اور صیغہ کی بناء پر نہیں بلکہ مادہ حروف کی بناء پر جیسے لفظ ''زمان، یوم، صبوح، غبوق'' وغیرہ یہ بھی زمانہ پر دلالت کرتے ہیں لیکن مادہ حروف کی بناء پر نہ کہ ہیئت کی بناء پر لہذا یہ کلمہ نہ ہوئے۔

ادات، کلمہ اور اسم کی وجہ تسمیہ:

ادات کو ادات اس لئے کہتے ہیں کہ ادات کے معنی ہیں ''آلہ'' اور یہ بھی طرفین (یعنی مسند اور مسند الیہ) کے درمیان تعلق کیلئے بطور آلہ استعمال ہوتے ہیں۔

اور کلمہ ماخوذ ہے ''کَلْمٌ'' سے جس طرح دھار دار چیز سے بدن زخمی ہوتا ہے اسی طرح کلمہ (یعنی

فعل) نئے حاصل ہونے اور پھر ختم ہونے اور متغیر ہونے سے دلوں کو زخمی کرتا ہے۔
اور اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ ماخوذ ہے ''سموّ'' سے ''سموّ'' کے معنی بلندی کے ہیں اور اسم بھی اپنے ''اخوین ''یعنی کلمہ اور ادات پر بلند ہوتا ہے کیونکہ دو اسموں سے کلام مرکب ہوتا ہے دوں کلموں (فعلوں) اور دو ادات (حرفوں) سے کلام مرکب نہیں ہوتا۔

قال و ح اما ان یکون معناه واحدا او کثیرا فان کان الاول فان تشخص ذلک المعنی یسمی علما والافمتواطیا ان استوت افراده الذهنية والخارجية فيه کالانسان والشمس ومشککا ان کان حصوله فی البعض اولی واقدم واشد من الاخر کالوجودبالنسبة الی الواجب والممکن وان کان الثانی فان کان وضعه لتلک المعانی علی السوية فهو المشترک کالعین وان لم یکن کذلک بل وضع لاحدهما اولاثم نقل الی الثانی وح ان ترک موضوعه الاول یسمی منقولا عرفيا ان کان الناقل هو العرف العام کالدابة وشرعيا ان کان الناقل هو الشرع کالصلوة والصوم واصطلاحيا ان کان هو العرف الخاص کاصطلاح النحاة والنظار وان لم یترک موضوعه الاول یسمی بالنسبة الی المنقول عنه حقيقة وبالنسبة الی المنقول اليه مجازا کالاسد الی الحیوان المفترس والرجل الشجاع. ص ٦٨

ترجمہ: یا تو اسم کے معنی واحد ہوں گے یا کثیر اگر اول ہو تو اگر یہ معنی متشخص ہو تو اس کا نام علم رکھا جاتا ہے ورنہ متواطی ہے اگر اس کے ذہنی اور خارجی افراد مساوی ہوں جیسے انسان اور شمس اور مشکک کہتے ہیں اگر اس کا حصول بعض افراد میں بعض دوسرے کے لحاظ سے اولی، اقدم اور اشد ہو جیسے وجود ہے واجب اور ممکن کے لحاظ سے۔
اور اگر ثانی ہو تو اگر اس کی وضع ان معانی کیلئے برابر ہو تو وہ مشترک ہے جیسے لفظ عین اور اگر ایسا نہ

ہو بلکہ ان میں سے ایک کیلئے پہلے موضوع ہو پھر ثانی کی طرف نقل کرلیا جائے اب اگر اس کا پہلا موضع متروک ہو چکا ہو تو اس کو منقول عرفی کہتے ہیں اگر ناقل عرف عام ہو جیسے لفظ ''دابہ'' اور منقول شرعی کہتے ہیں اگر ناقل شرع ہو جیسے صوم وصلوۃ اور منقول اصطلاحی کہتے ہیں اگر ناقل عرف خاص ہو جیسے نحویوں اور مناظرہ والوں کی اصطلاح، اور اگر پہلا موضوع متروک نہ ہوا ہو تو منقول عنہ کے لحاظ سے اسے حقیقت اور منقول الیہ کے لحاظ سے اسے مجاز کہتے ہیں جیسے لفظ ''اسد'' درندہ اور بہادر شخص کے لحاظ سے۔

تشریح: واحد المعنی اور متکثر المعنی کے اعتبار سے اسم کی تقسیم:

یہ اسم کی تقسیم ہے واحد المعنی اور متکثر المعنی کے اعتبار سے وجہ حصر اس طرح ہے۔

اسم یا واحد المعنی ہوگا یا متکثر المعنی اگر واحد المعنی ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا اس کا معنی مشخص اور معین ہوگا یا نہیں اگر اس کا معنی مشخص اور معین ہو تو اس کو علم اور جزئی حقیقی کہتے ہیں جیسے زید، ضمائر اور اسماء اشارات۔ اور اگر اس کا معنی مشخص اور معین نہ ہو تو یہ کلی ہے پھر کلی کا صدق یا تو اپنے تمام افراد پر برابر ہوگا یا نہیں اگر کلی کا صدق اپنے تمام پر افراد برابر ہو تو یہ کلی متواطی ہے۔

اور اگر کلی کا صدق اپنے تمام افراد برابر نہ ہو بلکہ بعض افراد پر مقدم ہو اور بعض پر مؤخر یا بعض پر اشد ہو دوسرے بعض کے اعتبار سے یا بعض پر اولی ہو دوسرے بعض کے اعتبار سے تو اس کو کلی مشکک کہتے ہیں

اور اگر اسم متکثر المعنی ہو تو پھر یا ہر ایک معنی کیلئے الگ الگ وضع ہوگا تو یہ مشترک ہے یا وضع ہوگا ایک معنی کیلئے اور استعمال ہوگا معنی ثانی میں اس طریقے پر کہ معنی اول متروک ہوگا تو اس کو منقول کہتے ہیں پھر منقول کی تین قسمیں ہیں (۱) منقول عرفی جبکہ ناقل عرف عام ہو جیسے لفظ ''دابہ'' (۲) منقول شرعی جبکہ ناقل صاحب شریعت ہو جیسے ''صوم وصلوۃ'' (۳) منقول اصطلاحی جبکہ ناقل عرف خاص ہو جیسے نحویوں اور علم مناظرہ والوں کی اصطلاحات۔

اور اگر معنی اول متروک نہ ہو بلکہ معنی اول میں بھی استعمال ہو اور معنی ثانی میں بھی پس جب معنی اول میں استعمال ہو تو یہ حقیقت ہے اور جب معنی ثانی میں استعمال ہو تو یہ مجاز ہے۔

متواطی کی وجہ تسمیہ: کلی متواطی کو متواطی اس لئے کہتے ہیں کہ ماخوذ ہے "تواطؤ" سے جس کے معنی ہیں توافق چونکہ کلی متواطی کا صدق اپنے تمام افراد پر برابر اور متوافق ہوتا ہے اس لئے اس کو متواطی کہتے ہیں جیسے انسان کہ انسان کا صدق اپنے افراد پر برابر ہوتا ہے۔

تشکیک کی اقسام: تشکیک کی چار قسمیں ہیں (۱) تشکیک بالاولیۃ (۲) تشکیک بالاولویۃ (۳) تشکیک بالاشدیۃ (۴) تشکیک بالازدیۃ۔

تشکیک بالاولیۃ کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا صدق بعض افراد پر علت ہو دوسرے بعض افراد کیلئے جیسے وجود کہ اس کا ثابت ہونا باری تعالیٰ میں علت ہے ممکنات میں ثابت ہونے کیلئے۔

تشکیک بالاولویۃ کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا ثبوت بعض افراد کیلئے بالذات ہو اور بعض دوسرے کیلئے بالتبع جیسے روشنی کا اس کا صدق سورج کیلئے بالذات ہے اور زمین کیلئے بالتبع۔

تشکیک بالاشدیۃ کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا صدق بعض افراد میں باعتبار کیفیت زیادہ ہو دوسرے بعض کے اعتبار سے جیسے سفیدی کہ اس کا صدق برف میں زیادہ ہے ہاتھی دانت کے اعتبار سے۔

تشکیک بالازدیۃ کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا صدق باعتبار کمیت بعض افراد میں زیادہ ہو دوسرے بعض کے اعتبار سے جیسے ایک کلو گندم اور دس کلو گندم۔

کلی مشکک کی وجہ تسمیہ: اس کو کلی مشکک اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے دیکھنے والے کو شک میں ڈالتی ہے کیونکہ وہ جب اصل معنی کی طرف دیکھتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کلی متواطی ہے کیونکہ اصل میں سب افراد برابر ہیں لیکن جب وہ اختلاف کی جہت کو دیکھتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے اس کے بہت سے افراد ہیں اس وجہ سے اس کو کلی مشکک کہتے ہیں۔

حقیقت اور مجاز کی وجہ تسمیہ: حقیقت یا ماخوذ ہے "حَقَّ فُلَانٌ اَلْاَمْرَ" سے معنی ہے ثابت شدہ چیز کیونکہ جب لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں ثابت ہوتا ہے وہاں سے کسی حال میں نہیں ہٹتا اس لئے اس کو حقیقت کہتے ہیں۔

یا ماخوذ ہے "حَقَّقْتُهٗ" سے اور حقیقت بمعنی "محقوقه" ہوگی یعنی "مُثْبَتَةٌ" یعنی وہ چیز جس کو ثابت کر دیا گیا ہو پس چونکہ حقیقت کو دلائل وضعیہ سے اس کے موضوع اصلی میں یقینی طور پر ثابت کر دیا جاتا ہے اس لئے اس کو حقیقت کہتے ہیں۔

مجاز مصدر میمی ہے معنی ہے تجاوز کرنا کیونکہ جب لفظ غیر موضوع لہ میں مستعمل ہوتا ہے تو وہ اپنے مکان اصلی سے تجاوز کرتا ہے اس تجاوز کرنے کی وجہ سے اس کو مجاز کہتے ہیں۔

قال و كل لفظ فهو بالنسبة الىٰ لفظ اٰخر مرادف له ان توافقا فى المعنى ومبائن له ان اختلفافيه . ص ١٧

ترجمہ: ہر لفظ دوسرے لفظ کے لحاظ سے مرادف ہے اگر معنی میں موافق ہوں اور مبائن ہے اگر معنی میں مختلف ہوں۔

تشریح: مرادف اور مبائن کی تعریف:

اگر الفاظ متعدد ہوں اور معنی ایک ہو تو اس کو الفاظ مترادفہ کہا جاتا ہے جیسے "لیث" اور "اسد" یہ ماخوذ ہے "ترادف" سے "ترادف" کہتے ہیں ایک سوار کا دوسرے کے پیچھے بیٹھنا تو گویا کہ معنی بمنزلہ سواری ہے اور الفاظ بمنزلہ راکب کے اس لئے ان الفاظ کو الفاظِ مترادفہ کہا جاتا ہے

اور جب دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہیں تو مرکوب ایک نہ ہوا جب مرکوب ایک نہ ہوا تو دونوں الگ الگ ہوئے اس لئے ان دونوں کو الفاظ مبائن کہا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ "ناطق اور فصیح" اسی طرح "سیف اور صارم" الفاظ مترادفہ ہیں

کیونکہ ناطق اور فصیح ایک ذات پر صادق آتے ہیں یعنی انسان پر اسی طرح سیف اور صارم ایک ذات پر صادق آتے ہیں یعنی تلوار پر لہذا یہ الفاظ مترادفہ ہیں۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے غلطی کی بنیاد یہ ہے کہ متوہم نے اتحاد فی الذات اور اتحاد فی المفہوم کو ایک سمجھا ہے حالانکہ اتحاد فی الذات اور اتحاد فی المفہوم میں فرق ہے۔

ترادف کیلئے اتحاد فی المفہوم شرط ہے اور یہاں پر اتحاد فی المفہوم موجود نہیں کیونکہ ناطق کے معنی ہے بولنے والا چاہے فصاحت کے ساتھ ہو یا بغیر فصاحت کے اور فصیح کے معنی ہے فصاحت کے ساتھ بولنے والا۔

اسی طرح سیف کے معنی ہیں مطلق تلوار چاہے تیز ہو یا کند لیکن صارم کے معنی ہیں تیز تلوار۔

البتہ اتحاد فی المفہوم کیلئے اتحاد فی الذات ضروری ہے یعنی ہر فصیح ناطق ہوتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں کہ ہر ناطق فصیح ہو اسی طرح ہر صارم، سیف ہوتی ہے لیکن اس کا عکس نہیں کہ ہر سیف، صارم بھی ہو۔

قال واما المركب فهو اماتام وهو الذى يصح السكوت عليه اوغير تام واالتام ان احتمل الصدق والكذب فهو الخبر والقضية وان لم يحتمل فهو الانشاء فان دل على طلب الفعل دلالة اولية اى وضعية فهو مع الاستعلاء امر كقولنا اضرب انت ومع الخضوع سوال ودعاء ومع التساوى التماس وان لم يدل فهو التنبيه ويندرج فيه التمنى والترجى والتعجب والقسم والنداء واماغير التام فهو اما تقيدى كالحيوان الناطق اوما غير تقيدى كالمركب من اسم وداة اوكلمة واداة۔ص۷۲

ترجمہ: مرکب یا تام ہوگا اور مرکب تام وہ ہے جس پر خاموشی صحیح ہو یا غیر تام ہوگا اگر مرکب تام صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہو تو وہ خبر اور قضیہ ہے اور اگر صدق اور کذب کا احتمال نہ رکھتا ہو تو وہ

انشاء ہے پس اگر وہ طلب فعل پر دلالت کرتا ہو دلالت اولی یعنی دلالت وضعی کے ساتھ تو پس اگر وہ استعلاء کے ساتھ ہو تو وہ امر ہے جیسے "اضرب انت" اور خصوع کے ساتھ سوال اور دعا ہے اور تساوی کے ساتھ التماس ہے اور اگر طلب فعل پر دلالت نہ کرے تو وہ تنبیہ ہے جس میں تمنی، ترجی، تعجب، ندا اور قسم داخل ہیں رہا مرکب غیر تام تو وہ یا تقیدی ہوگا جیسے "الحیوان الناطق" یا غیر تقیدی ہوگا مثلاً وہ جو اسم اور ادات یا کلمہ اور ادات سے مرکب ہو۔

تشریح: مرکب تام اور غیر تام کی اقسام:

مرکب یا تام ہوگا یا غیر تام۔ مرکب تام وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر خاموشی اختیار کرے تو سننے والے کو خبر یا طلب معلوم ہو جائے اور اس کا انتظار باقی نہ رہے جیسے "زید قائم" اور مرکب غیر تام وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر خاموشی اختیار کرے تو سننے والے کو خبر یا طلب معلوم نہ ہو بلکہ اس کا انتظار باقی رہے جیسے "غلام زید"

پھر مرکب تام کی دو قسمیں ہیں (۱) قضیہ یعنی جملہ خبریہ (۲) انشاء یعنی جملہ انشائیہ۔

قضیہ کی تعریف: اگر مرکب میں صدق اور کذب کا احتمال ہو تو یہ قضیہ اور جملہ خبریہ ہے جیسے "زید قائم" اور اگر اس میں صدق اور کذب کا احتمال نہ ہو تو وہ انشاء ہے جیسے "اضرب انت"

اعتراض: خبر یا واقع کے مطابق ہوگی تو اس میں کذب کا احتمال نہیں مثلاً جب آپ نے کہا "زید قائم" اور حقیقت میں زید کھڑا بھی ہے تو یہ خبر صادق ہے اس میں صدق ہی صدق ہے اس میں کذب کا احتمال نہیں اور یا واقع کے خلاف ہوگی تو اس میں صدق کا احتمال نہیں مثلاً آپ نے کہا "زید قائم" اور حقیقت میں زید کھڑا نہیں بلکہ بیٹھا ہے تو اس میں کذب ہی کذب ہے اس میں صدق کا احتمال نہیں لہذا قضیہ اور خبر کی تعریف کسی بھی خبر پر صادق نہیں ہوتی؟

جواب: بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قضیہ کی تعریف میں "یحتمل الصدق

والکذب ''میں ''و'' سے مراد ''او'' ہے یعنی خبر یا صدق کا احتمال رکھے گی یا کذب کا لہذا ہر خبر صادق صدق کا احتمال رکھتی ہے اور ہر خبر کاذب کذب کا احتمال رکھتی ہے تو تمام اخبار تعریف میں داخل ہو گئیں۔

لیکن شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب مجھے پسند نہیں کیونکہ جب خبر صادق ہے تو پھر اس میں صدق کا احتمال نہیں ہوگا بلکہ صدق یقینی ہوگا اور جب خبر کاذب ہے تو پھر اس میں کذب کا احتمال نہیں ہوگا بلکہ کذب یقینی ہوگا اس وقت احتمال کا معنی بالکل غلط ہے۔

لہذا حق جواب یہ ہے کہ قضیہ اور خبر صدق اور کذب کے احتمال رکھنے کا معنی یہ ہے کہ نفس لفظ کے اعتبار سے اس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہوگا قطع لحاظ خصوصیتِ حاشیتین (یعنی خصوصیتِ خارج اور خصوصیتِ متکلم) سے مثلاً جب ہم کہیں ''السماء فوقنا'' اس میں نفسِ لفظ کی طرف دیکھتے ہوئے صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہے لیکن اگر ہم خارج کا اعتبار کریں تو پھر اس میں صدق ہے کذب کا احتمال بالکل باقی نہیں رہتا اس لئے ہم نے کہا خارج اور متکلم کی خصوصیت کا لحاظ کئے بغیر نفس لفظ میں دونوں کا احتمال موجود ہے۔

انشاء کی اقسام: انشاء کی دو قسمیں ہیں (۱) انشاء طلبی (۲) انشاء غیر طلبی انشاء غیر طلبی کو تنبیہ بھی کہتے ہیں۔

اگر انشاء میں طلب فعل پر دلالت ہو دلالت وضعیہ کے ساتھ پس اگر یہ دلالت مقارن ہو استعلاء کے ساتھ تو یہ امر ہے اور اگر مقارن ہو خضوع اور عاجزی کے ساتھ تو یہ سوال اور دعا ہے اور اگر مقارن ہو تساوی کے ساتھ تو یہ التماس ہے۔

اور اگر طلب فعل پر دلالت نہ کرتا ہو تو یہ انشاء غیر طلبی ہے جس کو تنبیہ بھی کہتے ہیں۔

اعتراض: نہی اور استفہام دونوں تقسیم سے خارج ہو گئے ہیں یہ دونوں نہ تو انشاء طلبی میں داخل

ہےاور نہ انشاء غیر طلبی میں۔

استفہام کا امر میں داخل نہ ہونا تو ظاہر ہے اور تنبیہ میں اس لئے داخل نہیں کہ تنبیہ میں متکلم مافی الضمیر کو ظاہر کر رہا ہے اور استفہام میں مخاطب کے مافی الضمیر کو دریافت کیا جا رہا ہے اور دونوں میں تناقض ہے۔

اسی طرح نہی کا تنبیہ میں داخل نہ ہونا ظاہر ہے اور امر میں بھی داخل نہیں ہے کیونکہ امر میں طلب فعل ہوتی ہے اور نہی میں طلب ترک فعل ہوتی ہے اور دونوں میں تضاد ہے۔

جواب: شارحؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے استفہام کو تنبیہ میں داخل کیا ہے اور مناسبت لغویہ کا اعتبار نہیں کیا ہے اور نہی کو امر میں داخل کیا ہے کیونکہ نہی میں ''کف النفس'' (نفس کو رکنا) ہوتا ہے اور یہ ''کف النفس'' بھی درحقیقت امر ہی ہے لہذا تمام اقسام اپنی اپنی تعریف میں داخل ہو گئیں اور تعریف جامع و مانع ہو گئی۔

قال الفصل الثانی فی المعانی المفردة کل مفهوم فهو جزئی ان منع نفس تصوره من وقوع الشرکة فیه و کلی ان لم یمنع و اللفظ الدال علیهما یسمی کلیا و جزئیا بالعرض. ص ۷۵

ترجمہ: دوسری فصل معانی مفردہ کے بیان میں ہے ہر مفہوم جزئی ہے اگر اس کا نفس تصور وقوع شرکت سے مانع ہو اور کلی ہے اگر مانع نہ ہو اور ان دونوں مفہوموں پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام کلی اور جزئی رکھا جاتا ہے بالعرض۔

تشریح: کلی اور جزئی کی تعریف: فصل ثانی معانی مفردہ کے بیان میں ہے معانی وہ ذہنی صورتیں ہیں جن پر الفاظ دلالت کرتے ہیں اور ان معانی ہی کیلئے الفاظ وضع کئے جاتے ہیں پس اگر ان معانی سے الفاظ مفردہ کے ساتھ تعبیر کی جائے تو وہ معانی مفردہ ہیں اور اگر الفاظ مرکبہ کے

ساتھ تعبیر کی جائے تو وہ معانی مرکبہ ہیں یہاں پر معانی مفردہ کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

مفہوم: مفہوم کے معنی ہیں جو چیز ذہن میں حاصل ہو جائے وہ مفہوم کہلاتا ہے لہذا مفہوم یا کلی ہوگا یا جزئی کیونکہ جو چیز ذہن میں حاصل ہو جائے اور اس کا نفس تصور وقوعِ شرکتِ غیر سے مانع ہو تو وہ جزئی ہے جیسے ''ھذا الانسان'' اور اگر اس کا نفس تصور وقوعِ شرکتِ غیر سے مانع نہ ہو تو وہ کلی ہے جیسے ''انسان''

وانما قید بنفس التصور: مصنفؒ نے کلی اور جزئی میں سے ہر ایک کی تعریف کو مقید کر دیا ''نفس تصور'' کی قید کے ساتھ کیونکہ اگر ہر ایک کی تعریف کو نفس تصور قید کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو پھر ہر ایک کی تعریف جامع اور مانع نہ رہے گی بلکہ بہت سی کلیات کلی کی تعریف سے خارج ہو جائیں گی اور جزئی کی تعریف میں داخل ہو جائیں گی مثلاً ''واجب الوجود'' ایک کلی ہے لیکن خارج میں اس کا ایک فرد ہے لہذا یہ جزئی کی تعریف میں داخل ہو جائے گا لیکن جب نفس تصور کی قید لگائی جائے تو پھر خارج نہ ہوگا کیونکہ نفس تصور کے اعتبار سے واجب الوجود کا صدق کثیرین پر ہو سکتا ہے۔

اسی طرح کلیات فرضیہ جیسے لاشیء، لاممکن اور لاموجود یہ بھی ایک کلی ہے لیکن اس کا صدق خارج میں کسی بھی فرد پر نہیں ہوتا لیکن نفس تصور کے اعتبار سے اس کا صدق کثیرین پر جائز ہے لہذا کلی کی تعریف میں داخل ہوگا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کلی کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا صدق افراد پر خارج میں ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس تصور کے اعتبار سے تو وہ کلی ہو لیکن خارج میں اس کا ایک فرد بھی موجود نہ ہو بلکہ اس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہو جیسے ''لاشیء'' کیونکہ اگر ''لاشیء'' کے افراد خارج میں پائے جائیں تو پھر وہ لاشیء نہیں رہے گا بلکہ ''شیء'' ہو جائے گا لہذا نفس تصور کی قید کی

وجہ سے کلی اور جزئی کی تعریف جامع ومانع رہے گی۔

کلی اور جزئی کی وجہ تسمیہ: کلی کو کلی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ منسوب الی الکل ہے اور منسوب الی الکلِ ''کلی'' ہوتا ہے مثلاً زید جزئی ہے اور ''انسان'' کلی ہے تو زید کل ہوا اور انسان اس کا جزء اور انسان کا کلی ہونا چونکہ جزئی (یعنی زید اور رعمر وغیرہ) کے اعتبار سے ہوتا ہے تو انسان (یعنی جزء) منسوب ہوا زید (یعنی کل) کی طرف اور منسوب الی الکل، کلی ہوتا ہے۔

اور جزئی کو جزئی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ منسوب الی الجزء ہوتا ہے اور منسوب الی الجزء جزئی ہوتا ہے مثلاً زید کل ہے اور انسان اس کا جزء ہے زید کی جزئیت چونکہ انسان (یعنی کلی) کے اعتبار سے ہے لہذا زید (کل) کا جزئی ہونا منسوب ہے انسان (یعنی جزء) کلی کی طرف اور منسوب الی الجزء جزئی ہوتا ہے۔

کلی اور جزئی ہونا در حقیقت صفت ہے معنی اور مفہوم کیلئے لیکن الفاظ کو بھی بالعرض کلی اور جزئی کہتے ہیں یہ ''تسمیة الدال باسم المدلول'' کے قبیل سے ہے۔

قال والکلی اما ان یکون تمام ماهیة ماتحته من الجزئیات او داخلا فیها اوخارجا عنها والاول هو النوع سواء کان متعدد الاشخاص وهو المقول فی جواب بحسب الشرکة والخصوصیة معا کالانسان اوغیر متعدد الاشخاص وهو المقول فی جواب ماهو بحسب الخصوصیة المحضة کالشمس فهو اذن کلی مقول علی واحد اوعلی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماهو. ص ۷۸

ترجمہ: کلی یا تو ان جزئیات کی تمام ماہیت ہوگی جو اس کے ماتحت ہیں یا ان میں داخل ہوگی یا ان سے خارج ہوگی اول نوع ہے خواہ یہ متعدد الاشخاص ہو اور وہ ''ماھو'' کے جواب میں شرکت

اور خصوصیت ہر دو کے لحاظ سے بولی جاتی ہے جیسے انسان یا نوع غیر متعدد الاشخاص ہو اور وہ محض خصوصیت کے لحاظ سے بولی جاتی ہے جیسے ''شمس'' تو نوع وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ان کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت متفق ہے۔

تشریح: کلیات کا بیان:

کلیات کل پانچ ہیں (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرض عام۔

وجہ حصر پانچوں میں یہ ہے کہ کلی یا اپنے ماتحت جزئیات کی عین حقیقت ہوگی یا جزء حقیقت ہوگی یا خارج از حقیقت۔

پس کلی اپنے افراد کی عینِ حقیقت ہو تو یہ نوع ہے اور اگر جزء حقیقت ہو تو یا جزء ممیز ہوگا یا جزء مشترک پس اگر جزء ممیز ہو تو یہ فصل ہے اور اگر جزء مشترک ہو تو یہ جنس ہے اور اگر اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو تو پھر یا ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہوگی تو یہ خاصہ ہے یا کئی حقائق کے افراد کو شامل ہوگی تو یہ عرض عام ہے۔

نوع کی تعریف: پس اگر کلی اپنے ماتحت جزئیات کی عین حقیقت ہو تو یہ نوع ہے پھر نوع کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ نوع جن کے ماتحت بہت سارے افراد خارج میں موجود ہوں جیسے انسان اور گھوڑا وغیرہ (۲) وہ نوع جن کا صرف ایک فرد خارج میں موجود ہو جیسے شمس پہلی قسم کو نوع متعدد الاشخاص کہتے ہیں اور دوسری قسم کو نوع غیر متعدد الاشخاص کہتے ہیں۔

نوع متعدد الاشخاص کبھی شرکت کے ساتھ ماھو کے جواب میں واقع ہوتی ہے مثلاً کوئی سوال میں متعدد امور جمع کر کے سوال کرے کہ ''زید، **عمرو، و بکر ماھم** '' جواب میں ''انسان'' آئے گا کیونکہ انسان اس کی ماہیت مختصہ ہے اور کبھی ایک امر کو لے کر سوال کرے جیسے ''زید ماھو'' تو اس وقت بھی جواب میں انسان آئے گا کیونکہ انسان ان کی ماہیت مشترکہ ہے۔

اوراگرنوع کا خارج میں صرف ایک فرد موجود ہوتواس کونوع غیر متعددالاشخاص کہا جاتا ہےاور یہ صرف خصوصیتِ محضہ کے ساتھ ماہو کے جواب میں واقع ہوگی کیونکہ اس کا کوئی دوسرا فرد ہے ہی نہیں کہ دونوں کولے کر سوال کیا جائے اور جواب میں ماہیت مشترکہ واقع ہوجائے جب دوسرا فرد خارج میں موجود نہیں تواس صورت میں یہ صرف خصوصیت محضہ کے ساتھ جواب میں واقع ہوگی۔

لہذا نوع کی تعریف یہ ہوئی''ھو کلی مقول علی واحداوعلی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھو''

فوائد قیود: کلی بمنزلہ جنس ہے تمام کلیات کوشامل ہے''مقول علی واحد''فصل اول ہے اس کے ذریعہ نوع غیر متعددالاشخاص نوع کی تعریف میں داخل ہوگئی''وعلی کثیرین''فصل ثانی ہےاس کے ذریعہ نوع غیر متعددالاشخاص اس کی تعریف میں داخل ہوگئی''متفقین بالحقائق''فصل ثالث ہےاس کے ذریعہ جنس اس کی تعریف سے خارج ہوگئی کیونکہ جنس ''مختلفین بالحقائق''ہوتی ہے''فی جواب ماھو''فصل رابع ہےاس کے ذریعہ فصل، خاصہ اورعرض عام خارج ہوگئے کیونکہ یہ ماہو کے جواب میں واقع نہیں ہوتے۔

وھناک نظر: شارح نے ماتن کے طرز بیان پراعتراض کیا ہےاعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے نوع کی جوتعریف کی ہے یہ دوخرابیوں میں سے ایک خرابی پر مشتمل ہے (۱) یا توتعریف امر مستدرک (یعنی فضول چیز) پر مشتمل ہے(۲) یاتعریف جامع نہیں ہےاپنے افراد کو۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نوع کی تعریف میں''مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق''میں کثیرین سے اگر مطلق کثیرین مراد ہو چاہےاس کے افراد خارج میں موجود ہوں یا ذہن میں تو پھر

"علی واحد" قید کی ضرورت نہیں لہذا یہ قید مستدرک ہے۔

اور اگر کثیرین سے مطلق کثیرین مراد نہ ہوں بلکہ "کثیرین موجوین فی الخارج" مراد ہو تو پھر نوع کی تعریف سے وہ انواع نکل جائیں گی جن کے افراد خارج میں بالکل موجود نہ ہو جیسے "عنقاء" لہذا نوع کی تعریف اپنے افراد کیلئے جامع نہ ہوئی۔

شارح فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ نوع کی تعریف میں "علی واحد" کی قید نکال دی جائے تو پھر تعریف تمام انواع کو شامل ہو جائے گی چاہے کثیرین فی الخارج ہو یا فی الذہن کیونکہ شمس، اور عنقاء وغیرہ کے افراد اگرچہ خارج میں کثیر نہیں ہیں لیکن موجو فی الذہن ہیں۔

لیکن مصنف ؒ نے نوع کی تعریف میں خارج کا اعتبار کیا ہے اس لئے نوع کی تعریف کو "علی واحد او علی کثیرین" کے ساتھ مقید کیا ہے لیکن یہ اس فن کے مباحث سے خروج ہے دو وجہ سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس فن کی مباحث، مباحث کلیہ ہوتی ہیں لہذا انوع خارجی کے ساتھ تخصیص اس کے منافی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ "ماھو" کے جواب میں خصوصیت محضہ کے ساتھ حد واقع ہوتی ہے نہ کہ نوع لہذا "علی واحد" کی قید مناسب نہیں ہے۔

قال وان کان الثانی فان کان تمام الجزء المشترک بینها وبین نوع اخر فهو المقول فی جواب ما هو بحسب الشرکة المحضة ویسمی جنسا ورسموه بانه کلي مقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق في جواب ماهو. ص ۸۲

ترجمہ: اور اگر ثانی ہے پس اگر وہ ماہیت اور نوع آخر کے دمیان تمام جزء مشترک ہو تو وہ ماھو کے جواب میں شرکت محضہ کے اعتبار سے بولی جائے گی اس کو جنس کہتے ہیں جس کی تعریف مناطقہ نے یہ کی ہے کہ جنس وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ان کثیرین پر بولی جائے جن کے حقائق مختلف ہوں۔

تشریح: جنس کی تعریف:

وہ کلی جو ماہیت کا جزء ہے وہ دو چیزوں میں منحصر ہے (۱) جنس (۲) فصل۔

کیونکہ جو کلی ماہیت کا جزء ہے وہ جزء یا تو تمام مشترک ہوگا یا تمام مشترک نہ ہوگا اگر یہ جزء تمام مشترک ہو تو وہ جنس ہے۔

تمام جزء مشترک کی تعریف: شارحؒ نے تمام جزء مشترک کی دو تعریفیں کی ہے۔

(۱) تمام جزء مشترک سے وہ جزء مراد ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا جزء مشترک نہ ہو جو اس جزء مشترک سے خارج ہو اور اگر کوئی دوسرا جزء مشترک ہو تو وہ یا تو اس جزء مشترک کا عین ہو یا اس کا جزء ہو جیسے حیوان تمام مشترک ہے ''انسان'' اور ''حمار'' کیلئے اب ''انسان'' اور ''حمار'' کے درمیان جتنے اجزاء مشترک ہیں وہ یا تو حیوان کا عین ہیں جیسے ''حساس'' اور ''متحرک بالارادہ'' یا حیوان کا جزء ہیں جیسے ''جسم نامی، جسم مطلق اور جوہر'' اب یہ اجزاء ''انسان'' اور ''حمار'' کے درمیان مشترک ہیں لیکن تمام مشترک نہیں بلکہ تمام مشترک کے اجزاء ہیں۔

(۲) تمام مشترک سے وہ جزء مراد ہے جو تمام اجزاء مشترکہ کا مجموعہ ہو جیسے ''انسان'' اور ''حمار'' کیلئے ''حیوان'' تمام مشترک ہے کیونکہ ''انسان'' اور ''حمار'' کے درمیان جتنے اجزاء مشترک ہیں مثلاً ''جوہر، جسم مطلق، جسم نامی، حساس اور متحرک بالارادہ'' ان سب کا مجموعہ ''حیوان'' ہے۔

لیکن اس تعریف پر اعتراض وارد ہوتا ہے اجناس بسیطہ سے جیسے جوہر کیونکہ اس کے اوپر اور اجزاء نہیں کہ یہ ان کا مجموعہ بن جائے لہذا پہلی والی تعریف مضبوط ہے۔

قال وهو قريب ان كان الجواب عن الماهية وعن بعض مايشاركها فيه عين الجواب عنها وعن كل مايشاركها فيه كالحيوان بالنسبة الى الانسان وبعيد ان كان الجواب عنها وعن بعض مايشاركها فيه غير الجواب عنها وعن بعض اخر

ویکون هناک جوابان ان کان بعیدا بمرتبة واحدة کالجسم النامی بالنسبة الی الحیوان وثلثة اجوبة ان کان بمرتبتین کالجسم واربعة اجوبة ان کان بعیدا بثلث مراتب کالجوهر وعلی هذا القیاس. ص ۸۵

ترجمہ: اور جنس قریب ہے اگر ماہیت اور اس کے بعض مشارکات فی الجنس کا جواب بعینہ وہ جواب ہو جو اس ماہیت اور اس کے جمیع مشارکات فی الجنس کا ہے جیسے ''حیوان'' انسان کی نسبت سے اور جنس بعید ہے اگر ماہیت اور اس کے بعض مشارکات فی الجنس کا جواب اس جواب کے علاوہ ہو جو اس ماہیت اور بعض آخر کا ہے اور یہاں دو جواب ہوں گے اگر جنس ایک مرتبہ بعید ہو جیسے جسم نامی بنسبت انسان کے اور تین جواب ہوں گے اگر جنس دو مرتبہ بعید ہو جیسے جسم اور چار جواب ہوں گے اگر جنس تین مرتبہ بعید ہو جیسے جوہر وعلی ہذا القیاس۔

تشریح: جنس قریب اور جنس بعید کی تعریف:

جنس کی دو قسمیں ہیں (۱) جنس قریب (۲) جنس بعید۔

جنس قریب اور جنس بعید کی آسان تعریف یہ ہے کہ جو جنس اپنے ماتحت انواع کیلئے بلا واسطہ یعنی براہ راست جنس ہو تو جنس قریب ہے جیسے ''حیوان'' انسان کیلئے جنس قریب ہے اور جنس بعید وہ ہے جو اپنے ماتحت انواع کیلئے براہ راست جنس نہ ہو بلکہ بالواسطہ جنس ہو جیسے ''جسم نامی'' انسان کیلئے جنس بعید ہے۔

صاحب کتاب نے جنس قریب کی یہ تعریف کی ہے ''جنس قریب وہ جنس ہے جو ماہیت (نوع) اور اس کے ساتھ اس جنس میں جتنی چیزیں شریک ہیں سب سے یہی جنس جواب میں واقع ہوتی ہو تو یہ جنس قریب ہے جیسے ''حیوان'' کیونکہ انسان کے ساتھ جتنی چیزیں حیوانیت میں مشترک ہیں اگر ان سب کو لیکر سوال کیا جائے تو جواب میں ''حیوان'' ہی واقع ہوتا ہے مثلاً ''انسان، حمار، فرس

،بقر، جاموس'' ماہی'' جواب میں حیوان ہی واقع ہوتا ہے پس ان تمام چیزوں کیلئے ''حیوان'' جنس قریب ہے۔

اور جنس بعید وہ ہے کہ ماہیت اور اس کے بعض مشارکات کو لیکر سوال کرنے کے جواب میں بعینہ واقع نہ ہوتا ہو بلکہ کبھی یہی جنس جواب میں واقع ہوتی ہو اور کبھی دوسری جنس جواب میں واقع ہوتی ہے جیسے ''جسم نامی'' انسان کیلئے جنس بعید ہے کیونکہ جب انسان اور درخت کو لیکر سوال کیا جائے تو جواب میں ''جسم نامی'' واقع ہوتا ہے لیکن جب انسان اور فرس کو لیکر سوال کیا جائے تو جواب ''جسم نامی'' واقع نہیں ہوتا بلکہ جواب میں ''حیوان'' واقع ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ''جسم نامی'' انسان کیلئے جنس قریب نہیں بلکہ جنس بعید ہے۔

پھر اگر جنس ایک مرتبہ کے ساتھ بعید ہو تو دو جواب واقع ہوں گے جیسے ''جسم نامی'' انسان کیلئے جنس بعید ہے ایک درجہ یعنی حیوان کے واسطے سے اور اگر جنس دو درجہ بعید ہو تو تین جواب واقع ہوں گے جیسے جسم مطلق، انسان کی نسبت سے کیونکہ حیوان ایک جواب ہے، جسم نامی دوسرا جواب اور جسم مطلق تیسرا جواب ہے اسی طرح جوہر، انسان سے تین درجہ بعید ہے تو چار جواب واقع ہوں گے۔

قال وان لم يكن تمام المشترك بينها وبين نوع اخر فلابد من ان لايكون مشتركا بين الماهية وبين نوع اخر اصلا كالناطق بالنسبة الى الانسان اويكون بعض من تمام المشترك مساويا له كالحساس والالكان مشتركا بينه وبين نوع اخر ولايجوز ان يكون تمام المشترك بالنسبة الى ذلك النوع لان المقدر خلافه بل بعضه ولايتسلسل بل ينتهى الى مايساويه فيكون فصل جنس وكيف ماكان يميز الماهية عن مشاركيها فى جنس اوفى وجود فكان فصلا.

ترجمہ: اگر وہ کلی اس ماہیت اور نوع آخر کے درمیان تمام مشترک نہ ہو تو لامحالہ وہ یا تو ماہیت اور

نوع آخر کے درمیان بالکل مشترک نہ ہوگی جیسے ''ناطق'' انسان کے اعتبار سے یا تمام مشترک کا بعض ہوگی اور اس کے مساوی ہوگی جیسے ''حساس'' ورنہ وہ ماہیت اور نوع آخر کے درمیان مشترک ہوگی اور اس نوع کے اعتبار سے اس کا تمام مشترک ہونا جائز نہیں کیونکہ اس کے خلاف فرض کیا گیا ہے بلکہ اس کا بعض مشترک ہوگا اور تسلسل نہیں ہوگا بلکہ مساوی کی طرف منتہی ہوگا پس وہ جنس کی فصل ہوگا اور بہر کیف ماہیت کو اس کے مشارکات فی الجنس یا مشارکات فی الوجود سے ممتاز کرے گا پس وہ فصل ہوگا۔

تشریح: تمام مشترک نہ ہونا فصل ہے:

اس قال میں مصنفؒ نے تردید کی شق ثانی کو ذکر کیا ہے وہ یہ کہ ماہیت کا جزء جب تمام مشترک نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ کہ یہ جزء بالکل مشترک نہ ہو ماہیت اور نوع آخر کے درمیان بلکہ صرف ایک ماہیت کے ساتھ خاص ہو جیسے ''ناطق'' یہ خاص ہے ماہیت انسانی کے ساتھ۔

(۲) یہ کہ یہ جزء مشترک ہو لیکن تمام مشترک نہ ہو بلکہ بعض مشترک ہو ماہیت اور نوع آخر کے درمیان اور تمام مشترک کے ساتھ مساوی ہو جیسے ''حساس'' یہ انسان، بقر، اور فرس کے درمیان بعض مشترک ہے اور تمام مشترک یعنی ''حیوان'' کا مساوی ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس بعض مشترک میں چار صورتیں متصور ہیں (۱) یہ کہ بعض مشترک، تمام مشترک کا مساوی ہو (۲) تمام مشترک کا مبائن ہو (۳) تمام مشترک سے خاص ہو (۴) تمام مشترک سے عام ہو۔

ان میں سے صرف ایک صورت میں یہ فصل ماہیت کیلئے ممیز ہوسکتی ہے باقی تین صورتوں میں ممیز نہیں ہوسکتی۔

یہ بعض مشترک، تمام مشترک کا مبائن اس لئے نہیں ہوسکتا کہ ہمارا کلام ان اجزاء کے بیان میں ہے جو ایک دوسرے پر حمل ہوتے ہیں اور ایک مبائن دوسرے مبائن پر حمل نہیں ہوسکتا۔

اور یہ بعض مشترک، تمام مشترک سے خاص بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ پھر تمام مشترک اس سے عام ہوگا اور عام چونکہ خاص کے بغیر پایا جاتا ہے تو لازم آئے گا کہ ''کل'' اپنے ''جزء'' کے بغیر پایا جائے اس لئے کہ ''بعض مشترک'' تمام مشترک کا جزء ہے اور تمام مشترک کل ہے اور کل کا جزء کے بغیر پایا جانا محال ہے۔

اور یہ بعض مشترک سے عام بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر بعض مشترک، تمام مشترک سے عام ہو جائے تو پھر یہ بعض مشترک، تمام مشترک کے بغیر اس ماہیت اور اس نوع آخر کے درمیان مشترک ہوگا جو تمام مشترک اول کے مقابل ہے عموم کے تقاضا پر عمل کرتے ہوئے مثلاً ''حساس'' کو اگر ''حیوان'' کا مساوی نہ قرار دیا جائے تو پھر یہ حساس ''حیوان'' سے عام ہوگا اور پھر انسان اور درخت کے درمیان مشترک ہوگا پھر سوال ہوگا کہ آیا ''حساس'' انسان اور درخت کے لئے تمام مشترک ہے یا نہیں تمام مشترک تو نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے خلاف فرض کیا گیا ہے یعنی یہ فرض کیا گیا ہے کہ یہ تمام مشترک نہیں ہے بلکہ بعض مشترک ہے۔

اب اگر اس فصل (یعنی بعض مشترک) کو اس سے بھی عام قرار دیا جائے یعنی جسم نامی سے عام قرار دیا جائے تو پھر اس کے بعد ایک تیسری نوع سے بھی عام مانا جائے گا اس کے بعد چوتھی نوع سے بھی عام مانا جائے گا تو پھر یا تو یہ سلسلہ غیر نہایہ تک چلے گا تو یہ تسلسل ہے یا ایک ایسے بعض مشترک پر منتہی ہوگا جو تمام مشترک اول کے مساوی ہوگا جب اتنے تکلفات کے بعد تمام مشترک کے مساوی قرار دیتے ہو تو ابتداء ہی تمام مشترک کے مساوی قرار دیا جائے تو یہ خرابی ابتداء ہی سے لازم نہ آئے گی۔

ولایتسلسل: یہ اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ ایک تسلسل ہوتا ہے اور دوسرا ''امور غیر متناہیہ'' کا وجود دونوں میں فرق ہے اگرچہ محال ہونے میں دونوں برابر ہیں وہ یہ کہ تسلسل خاص ہے اور امور غیر متناہیہ عام

ہے کیونکہ تسلسل میں ''امور غیر متناہیہ'' مرتب فی الوجود ہوتے ہیں جبکہ امور غیر متناہیہ کا وجود عام ہیں چاہے مرتب ہو یا غیر مرتب۔

دوسری بات یہ ہے کہ ترتب کی دو قسمیں ہیں (ا) ترتب جزئیت کے اعتبار سے ہو کہ سابق لاحق کیلئے جزء ہو (۲) ترتب علیت کے اعتبار سے ہو کہ سابق لاحق کیلئے علت ہو (از تسہیل قطبی)

اب اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مصنفؒ کا قول ''ولا یتسلسل'' بے محل ہے کیونکہ ''تسلسل امور غیر متناہیہ مرتب فی الوجود باعتبار جزئیت'' متحقق ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر جو دلیل پیش کی گئی ہے اس سے ''امور غیر متناہیہ'' کا وجود تو ثابت ہوتا ہے لیکن ''امور غیر متناہیہ'' کے اثبات سے تسلسل ثابت نہیں ہوتا۔

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر تسلسل بول کر مطلق امور غیر متناہیہ کا وجود مراد لیا گیا ہے یعنی خاص بول کر عام مراد ہے۔

فصل ممیز فی الجملہ ہے پس اگر ماہیت کو تمام اغیار سے ممتاز کردے تو یہ فصل قریب ہے اور اگر ماہیت کو بعض اغیار سے ممتاز کردے تو یہ فصل بعید ہے۔

وانما قال فی جنس اووجود : فصل چونکہ ممیز فی الجملہ ہے ماہیت کیلئے پس اگر ماہیت کیلئے جنس ہو تو یہ فصل اس ماہیت کو مشارکات جنسیہ سے ممتاز کرے گی اور اگر ماہیت کیلئے جنس نہ ہو جیسے جنس عالی اور فصل اخیر تو اس صورت میں فصل ماہیت کو مشارکات جنسیہ سے ممتاز نہیں کرے گی کیونکہ اس کیلئے جنس نہیں ہے لیکن مشارکات وجودیہ اور مشارکات فی الشیئیت سے ممتاز کرے گی کیونکہ وجود اور شیئیت جنس سے عام ہے وجود اور شیئیت میں جو چیزیں ماہیت کے ساتھ شریک ہیں فصل ان چیزوں سے ماہیت کو ممتاز کرے گی۔

قال ورسموہ بانہ کلی یحمل علی الشیء فی جواب ای شیء ھو فی جوھرہ

فعلی هذا لوترکبت حقیقتہ من امرین متساوین اُوامورمتساویة کان کل منها فصلالها لانہ یمیزها عن مشارکیها فی الوجود۔ص ۹۳

ترجمہ: مناطقہ نے فصل کی تعریف یوں کی ہے کہ فصل وہ کلی ہے جو محمول ہو کسی چیز پر ''ای شیء هو فی جوهره'' کے جواب میں پس اگر کوئی حقیقت دو امر متساوی یا چند امور متساویہ سے مرکب ہو پس ان میں سے ہر ایک ماہیت کیلئے فصل ہو گا کیونکہ وہ اس کو مشارکین فی الوجود سے ممتاز کرتا ہے۔

تشریح: **فصل کی تعریف**: الفصل کلی یحمل علی الشیء فی جواب ای شیء هو فی جوهره''

جیسے ناطق اور حساس کیونکہ جب سوال کیا جائے ''الانسان ای شیء هو فی ذاته'' تو جواب میں ناطق یا حساس واقع ہوتا ہے کیونکہ ''ای شیء هو'' کے ذریعہ ممیز کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے پس اگر سائل ممیز جوہری کو طلب کرتا ہے تو جواب میں فصل واقع ہو گی اور اگر ممیز عرضی کو طلب کرتا ہے تو جواب میں خاصہ واقع ہو گا۔

فان قلت السائل بای شیء هو: فصل کی تعریف پر اعتراض کیا گیا ہے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے کہا ''ای شیء'' کے جواب میں ممیز واقع ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ ممیز سے کیا مراد ہے اگر تمام اغیار سے امتیاز کرنے والا مراد ہو تو پھر حساس (یعنی فصل بعید) فصل نہ ہوا کیونکہ وہ ماہیت کو تمام اغیار سے ممتاز نہیں کرتا اور اگر ممیز سے ممیز فی الجملہ مراد ہو یعنی بعض اغیار سے ممتاز کرنے والا پھر تو جنس بھی بعض اغیار سے ماہیت کو ممتاز کرتا ہے مثلاً ''حیوان'' انسان کو نباتات سے ممتاز کرتا ہے تو پھر فصل کی تعریف جنس پر صادق ہوتی۔

جواب: ''ای شیء هو فی جوهره'' کے جواب میں ممیز ہی واقع ہو گا لیکن مطلق ممیز نہیں

بلکہ ممیز میں یہ شرط ہے کہ وہ ممیز تمام مشترک نہ ہو بلکہ بعض مشترک ہو اور جنس چونکہ تمام مشترک ہے لہذا فصل کی تعریف جنس پر صادق نہیں ہوتی۔

فلو فرضنا ماهية متركبة من امرين متساوين: اس عبارت کے سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ قدماء مناطقہ (جس میں شیخ بوعلی سینا بھی شامل ہے) کا مذہب یہ ہے جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری ہے اور یہ فصل اس ماہیت کو مشارکات جنسیہ سے ممتاز کرے گی لیکن جس ماہیت کے اوپر جنس نہ ہو اس کیلئے فصل ممیز بھی نہ ہوگی چنانچہ ان حضرات کے نزدیک جنس عالی کیلئے کوئی فصل نہیں ہے کیونکہ اگر جنس عالی کیلئے فصل مانی جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنس عالی کے اوپر کوئی اور جنس بھی موجود ہے حالانکہ جنس عالی کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے۔

لیکن متاخرین (جن میں صاحب رسالہ شمسیہ بھی شامل ہے) کا مذہب یہ ہے کہ جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری نہیں لہذا جنس عالی کیلئے فصل ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی ماہیت امرین متساوین یا امور متساویہ سے مرکب ہو ان میں سے ہر ایک اس ماہیت کیلئے فصل ہو لیکن اس کے اوپر جنس نہ ہو البتہ اس کے اوپر وجود اور شیئیت ہو تو یہ فصل اس ماہیت کو مشارکین فی الوجود اور مشارکین فی الشیئیت سے ممتاز کرے گی ماتن کے نزدیک متاخرین کا مذہب مختار ہے اس لئے اولاً اس پر تنبیہ فرمادی پھر اس کو صراحۃً ذکر کردیا۔

قال والفصل المميز للنوع عن مشاركيه فى الجنس قريب ان ميزه عنه فى جنس قريب كالناطق للانسان وبعيد ان ميزه عنه فى جنس بعيد كالحساس للانسان ٩٥

ترجمہ: اور وہ فصل جو نوع کو ممتاز کرنے والی ہو مشارکین فی الجنس سے وہ فصل قریب ہے اگر وہ

اس کو ممتاز کردے جنس قریب میں جیسے ناطق انسان کیلئے اور فصل بعید ہے اگر ماہیت کو جنس بعید میں ممتاز کردے جیسے حساس انسان کیلئے۔

تشریح: فصل کی اقسام کا بیان: وہ فصل جو ماہیت کو مشارک جنسی سے ممتاز کرتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) فصل قریب (۲) فصل بعید۔

فصل قریب کی تعریف: فصل قریب وہ ہے جو ماہیت کو جنس قریب کے مشارکات سے ممتاز کردے جیسے ناطق نے انسان کو حیوان کے مشارکات سے ممتاز کردیا ہے۔

فصل بعید کی تعریف: فصل بعید وہ ہے جو ماہیت کو جنس بعید کے مشارکات سے ممتاز کردے جیسے حساس نے انسان کو جسم نامی کے مشارکات یعنی درخت، پودے اور سبزی وغیرہ سے ممتاز کردیا ہے۔

وانما اعتبر القرب والبعد فی الفصل الممیز فی الجنس:

فصل میں قرب اور بعد کا اعتبار اس فصل میں ہوسکتا ہے جو ممیز فی الجنس ہو کیونکہ یہ فصل متحقق الوجود ہے لہذا اس کی اقسام بھی ہوسکتی ہیں لیکن جو فصل ممیز فی الوجود ہو وہ متحقق الوجود نہیں بلکہ فرضی اور احتمالی ہے لہذا جو چیز خود متحقق الوجود نہ ہو اس کی اقسام بھی نہیں ہوسکتیں۔

وربما یمکن ان یستدل علی بطلانه: شارحؒ نے "فصل ممیز فی الوجود" کے بطلان پر اس طریقے پر دلیل پیش کی ہے کہ جو ماہیت امرین متساوین سے مرکب ہو پس یا دونوں جزء ایک دوسرے کی طرف محتاج ہوں گے یا ایک دوسرے کی طرف محتاج نہ ہوں گے محتاج نہ ہونا باطل ہے کیونکہ ماہیت حقیقیہ کے اجزاء ایک دوسرے کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ اور اگر دونوں ایک دوسرے کی طرف محتاج ہوں تو پھر یا ہر ایک جزء دوسرے کی طرف محتاج ہوگا

تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ دور لازم آتا ہے۔

یا ایک جزء دوسرے کی طرف محتاج ہوگا لیکن دوسرا جزء پہلے کی طرف محتاج نہ ہوگا یہ بھی باطل ہے کیونکہ ترجیح بلامُرجح لازم آتی ہے جب یہ تمام صورتیں باطل ہیں تو ماہیت حقیقیہ کا امرین متساوین سے مرکب ہونا بھی باطل ہوگا۔

اویقال لو ترکب الجنس العالی:

ماہیت حقیقیہ کو امرین متساوین سے مرکب ہونے کے بطلان پر دوسری دلیل ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر جنس عالی مثلاً جوہر امرینِ متساوین سے مرکب ہوجائے تو پھر اگر دونوں جزؤں میں ایک جزء جوہر ہو اور دوسرا عرض تو لازم آئے گا کہ جوہری حقیقت مرکب ہو جوہر اور عرض سے اور جو چیز جوہر اور عرض سے مرکب ہو تو عرض ہی ہوتی ہے تو جوہر کا عرض ہونا لازم آئے گا نیز جوہر کا تقوم عرض کے ساتھ لازم آئے گا یعنی جوہر عرض سے حاصل ہوگا اور یہ دونوں باطل ہیں۔

قال واما الثالث فان امتنع انفكاكه عن الماهية فهو اللازم ، والافهو العرض المفارق واللازم قديكون لازما للوجود كالسواد للحبشي وقد يكون لازما للماهية كالزوجية للاربعة وهو امابين وهو الذى يكون تصوره مع تصور ملزومه كافيا في جزم الذهن باللزوم بينهما كالانقسام بمتساويين للاربعة واما غير بين وهو الذى يفتقرجزم الذهن باللزوم بينهماالى وسط كتساوى الزوايا الثلث للقائمتين للمثلث وقديقال البين على اللازم الذى يلزم من تصورملزومه تصوره والاول اعم والعرض المفارق اماسريع الزوال كحمرة الخجل وصفرة الوجل وامابطيئه كالشيب والشباب . ص ۹۷

ترجمہ: اور تیسری کلی اگر اس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہو تو عرض لازم ہے ورنہ عرض مفارق

ہے پھر عرض لازم کبھی لازم وجود ہوگا جیسے حبشی کیلئے کالا ہونا اور کبھی لازم ماہیت ہوگا جیسے اربعہ کیلئے زوج ہونا پھر یہ لازم کبھی بین ہوگا اور لازم بین وہ ہے کہ جس میں لازم اور ملزوم دونوں کا تصور کافی ہو جزم باللزوم کیلئے جیسے چار کا دو پر برابر تقسیم ہونا اور کبھی غیر بین ہوگا اور غیر بین وہ ہے جس میں ذہن جزم باللزوم کے بارے میں دونوں کے درمیان واسطے کا محتاج ہو جیسے مثلث کے تین زاویوں کا قائمتین کے برابر ہونا اور کبھی بین کا اطلاق اس لازم پر بھی ہوتا ہے جس میں صرف ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور آجاتا ہے پہلے والا عام ہے اور عرض مفارق کبھی جلدی زائل ہوگا جیسے شرمندگی کی سرخی اور ڈر کی زردی اور کبھی آہستہ زائل ہوگا جیسے بڑھاپا اور جوانی۔

تشریح: اس قال میں مصنفؒ نے کلی کی قسم ثالث (یعنی وہ جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو) کو بیان کیا ہے اور وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اس کو عرض کہتے ہیں، پھر عرض کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عرض لازم کہ جس کا انفکاک اپنے معروض سے ممتنع ہو جیسے اربعہ کیلئے زوجیت کا ہونا۔

(۲) عرض مفارق جس کا اپنے معروض سے انفکاک ممتنع نہ ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے۔

عرض لازم کی اقسام: عرض لازم کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) لازم للوجود۔ یعنی عرض معروض کیلئے لازم ہو وجود خارجی کے اعتبار سے جیسے سواد (کالاپن) حبشی کیلئے لازم وجود خارجی کے اعتبار سے نہ کہ ماہیت کے اعتبار سے کیونکہ حبشی کی ماہیت انسان ہے اور انسان کیلئے سواد لازم نہیں۔

(۲) لازم للماہیت کہ عرض، معروض کیلئے لازم ہو ماہیت اور ذات کے اعتبار سے جیسے زوجیت، اربعہ کیلئے لازم ہے ماہیت کے اعتبار سے چاہے اربعہ خارج میں موجود ہو یا ذہن میں ہر حال میں اس کیلئے زوجیت لازم ہے۔

لایقال ھذاتقسیم الشیء الی نفسه:

مطلق عرض لازم کی تعریف یہ ہے "مایمتنع انفکاکه عن الماهية" پھراس مطلق عرض کو تقسیم کیا ہے لازم وجوداور لازم ماہیت کی طرف پھر لازم ماہیت کی تعریف یہ کی ہے "مایمتنع انفکاکه عن الماهية" اورلازم وجود کی تعریف یہ کی ہے "مالایمتنع انفکاکه عن الماهية" لازم ماہیت کی تعریف بعینہ وہی ہے جو عرض لازم (یعنی مقسم) کی تعریف ہے لہذا یہ "انقسام الشیء الی نفسه والی غیره" اور یہ باطل ہوتا ہے۔

جواب: ایک ہے ممتنع الانفکاک فی الجملۃ اور ایک ہے ممتنع الانفکاک عن الموجودہ پھر ممتنع الانفکاک فی الجملہ کی دوقسمیں ہیں (۱) لازم الماہیۃ (۲) لازم الوجود۔

تومقسم ممتنع الانفکاک فی الجملہ ہے اور قسم یا ممتنع الانفکاک عن الماہیۃ من حیث ہی ہے یا ممتنع الانفکاک من حیث الوجود ہے تو مقسم عام اور قسم خاص ہوئی لہذا انقسام الشیء الی نفسہ والی غیرہ لازم نہ ہوا۔

پھر لازم ماہیت کی دوقسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین۔

لازم بین کی تعریف: لازم بین وہ ہے کہ لازم اور ملزوم دونوں کے تصور سے دونوں کے درمیان جزم باللزوم ہوتا ہے جیسے اربعہ کیلئے زوجیت کا ہونا کیونکہ جو اربعہ کا تصور کرے گا اور زوجیت کا تصور کرے گا تو وہ یہ یقین کرے گا کہ زوجیت، اربعہ کیلئے لازم ہے۔

لازم غیر بین کی تعریف: لازم غیر بین وہ ہے جس میں لازم اور ملزوم دونوں کا تصور کافی نہ ہو دونوں کے درمیان جزم باللزوم کیلئے بلکہ دلیل کی ضرورت ہو جیسے مثلث کے تین زاویوں کا دوقائموں کے برابر ہونا کیونکہ صرف مثلث کے تصور اور زوایا ثلاثہ کا قائمتین کے برابر ہونے کا تصور جزم باللزوم کیلئے کافی نہیں بلکہ دونوں کے درمیان جزم کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور یہ علم

ہندسہ کا قانون ہے دلیل بھی وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

لازم بین کی دوسری تعریف: کبھی لازم کا اطلاق اس لازم پر بھی ہوتا ہے جس میں صرف ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور آجاتا ہے اور لازم اور ملزوم دونوں کے درمیان جزم باللزوم ہوتا ہے جیسے عمی کے تصور سے فوراً بصر کا تصور آجاتا ہے اور دونوں کے درمیان جزم باللزوم ہوتا ہے کہ عمی کیلئے بصر لازم ہے البتہ پہلے والی تعریف عام ہے کیونکہ جب صرف ملزوم کے تصور سے جزم باللزوم ہوتا ہے تو لازم اور ملزوم دونوں کے تصور سے بطریقہ اولیٰ جزم باللزوم ہوگا۔

عرض مفارق کی اقسام: مصنفؒ نے عرض مفارق کی دوقسمیں بیان کی ہے (۱) عرض مفارق سریع الزوال جوجلدی زائل ہوتا ہو جیسے شرمندگی کی سرخی اور ڈراور خوف کی زردی (۲) بطیء الزوال جوآہستہ آہستہ زائل ہوتا ہو جیسے جوانی اور بڑھاپا۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ عرض مفارق کو سریع الزوال اور بطیء الزوال میں منحصر کرنا درست نہیں کیونکہ عرض مفارق کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ عرض کا معروض سے انفکاک ممکن تو ہو لیکن انفکاک ہوتا نہیں جیسے ''حرکت'' فلک کیلئے کیونکہ حرکت کا فلک سے انفکاک ممکن ہے لیکن اس سے انفکاک ہوتا نہیں اس کو منطق کی کتابوں میں عرض مفارق دائم کہتے ہیں۔

قال وكل واحد من اللازم والمفارق ان اختص بافراد حقيقة واحدة فهو الخاصة كالضاحك والافهو العرض العام كالماشي وترسم الخاصة بانها كلية مقولة على ماتحت حقيقة واحدة فقط قولا عرضيا والعرض العام بانه كلي مقول على افراد حقيقة واحدة وغيرها قولا عرضيا فالكليات اذن خمس نوع وجنس وفصل وخاصة وعرض عام ص ١٠١

ترجمہ: اور لازم ومفارق میں سے ہر ایک اگر ایک ہی حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو تو وہ

خاصہ ہے جیسے ضاحک ورنہ عرض عام ہے جیسے ماشی اور خاصہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ وہ ایک کلی ہے جو ایک حقیقت والے افراد پر قول عرضی کے طریقے پر صادق ہو اور عرض کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک کلی ہے جو ایک حقیقت کے افراد اور دوسرے حقائق کے افراد پر قول عرضی کے ساتھ بولا جائے پس اس وقت کلیات پانچ ہوئیں نوع، جنس، فصل، خاصہ اور عرض عام۔

تشریح: وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اس کی دو قسمیں ہیں یعنی عرض لازم اور عرض مفارق پھر دونوں میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے یعنی خاصہ اور عرض عام۔

خاصہ کی تعریف: خاصہ وہ کلی ہے جو ایک حقیقت کے افراد پر قول عرضی کے ساتھ صادق ہوتی ہے جیسے ضاحک خاصہ ہے انسان کے لئے کیونکہ ضاحک صرف انسان کے افراد کے ساتھ خاص ہے۔

عرض عام کی تعریف: عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور مختلف حقائق کے افراد پر بولی جائے جیسے ماشی کیونکہ یہ انسان کے افراد پر بھی بولا جاتا ہے اور گھوڑے اور بقر وغیرہ کے افراد بھی بولا جاتا ہے۔

وانما کانت هذه التعريفات رسوما: یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ صاحب رسالہ شمسیہ نے کلیات کی تعریفات کو رسم قرار دیا ہے حد قرار نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: شارح نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام کا جو مفہوم متعارف ہے ممکن ہے کہ یہ اس کی ماہیت اور حقیقت نہ ہو بلکہ ممکن ہے کہ اس کی حقیقت کوئی اور چیز ہو جو ملزومات ہوں اور یہ مفہومات اس کیلئے لوازم ہوں جب تک وہ حقیقت حاصل نہ ہو تو اس

حد کا اطلاق نہ کیا جائے بلکہ رسم کا اطلاق کیا جائے۔

لیکن شارحؒ نے اس جواب پر خود رد کیا ہے کہ یہ جواب تحقیق سے دور ہے کیونکہ کلیات امور اعتباریہ ہیں پہلے ایک مفہوم کو حاصل کیا جاتا ہے پھر اس کے مقابلہ میں نام رکھا جاتا ہے جیسے پہلے جنس کے مفہوم کو معلوم کیا گیا ہے پھر اس کے مقابلہ میں جنس کی تعریف یعنی ''کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق فی جواب ماھو'' کو رکھا گیا ہے لہذا اس کی حقیقت اور ماہیت اس کے سوا کچھ بھی نہیں

لہذا اس کو حد کہنا چاہئے نہ کہ رسم۔

نیز جب اس کا حد ہونا معلوم نہیں تو رسم ہونا کہاں معلوم ہو گیا؟

لہذا مناسب یہ تھا کہ لفظ تعریف ذکر کرتے جو حد اور رسم دونوں کو شامل ہے تو پھر کوئی اعتراض وارد نہ ہوتا۔

وفی تمثیل الکلیات بالناطق: شارحؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے کلیات کی مثال بیان کرنے میں ناطق، ضاحک اور ماشی کو ذکر کیا ہے نہ کہ ''نطق، ضحک اور مشی'' کو یعنی مصدر کو ذکر کیا نہیں بلکہ اسم فاعل کا صیغہ ذکر کیا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مصنفؒ کے نزدیک **حمل بالمواطات** معتبر ہے **حمل بالاشتقاق** معتبر نہیں۔

''**حمل بالمواطاۃ**'' کہتے ہیں براہ راست حمل کرنا جیسے ''**زید عالم**'' اور ''**حمل بالاشتقاق**'' کہتے ہیں بالواسطہ حمل کرنا جیسے ''**زید علم ای زید ذوعلم**''

واعلم ان المصنفؒ قسم الکلی الخارج ص۱۰۴:

معترض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مصنفؒ نے کلی کی اقسام کو پانچ میں منحصر کیا ہے حالانکہ پانچ میں حصر صحیح نہیں بلکہ کلی کی اقسام سات بن جاتی ہیں۔

(۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرض عام (۶) عرض لازم (۷) عرض مفارق۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ خاصہ اور عرض کوئی الگ قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں عرض لازم اور عرض مفارق ہی کی قسمیں ہیں یعنی خاصہ عرض لازم میں بھی ہوتا ہے اور عرض مفارق میں بھی اسی طرح عرض عام، عرض لازم میں بھی ہوتا ہے اور عرض مفارق میں بھی (واللہ اعلم بالصواب)۔

قال الفصل الثالث فی مباحث الکلی والجزئی وھی خمسة الاول الکلی قدیکون ممتنع الوجود فی الخارج لالنفس مفھوم اللفظ کشریک الباری عزاسمه وقدیکون ممکن الوجود ولکن لایوجد کالعنقاء وقدیکون الموجود منه واحدا فقط مع امکان امتناع غیره کالباری عز اسمه اوامکانه کالشمس وقدیکون الموجود منه کثیرا اما متناھیا کالکواکب السبعة السیارة اوغیر متناه کالنفوس الناطقة عند بعضھم. ص ۱۰۴

ترجمہ: تیسری فصل کلی اور جزئی کی مباحث میں ہے اور یہ پانچ ہیں پہلی بحث کلی کبھی ممتنع الوجود ہوگی خارج میں نہ کہ نفسِ مفہومِ لفظ کے اعتبار سے جیسے شریک باری تعالیٰ اور کبھی ممکن الوجود ہوگی لیکن موجود نہ ہوگی جیسے عنقاء اور کبھی صرف ایک فرد خارج میں موجود ہوگا دوسرے فرد کے امتناع کے ساتھ جیسے شریک باری تعالیٰ اور کبھی دوسرے فرد کے امکان کے ساتھ جیسے شمس اور کبھی اس کے افراد کثیر ہوں گے یا متناہی ہوں گے جیسے کواکب سبعہ سیارہ اور کبھی غیر متناہی ہوں گے جیسے نفوسِ ناطقہ۔

تشریح: کلی کی اقسام وجود خارجی کے اعتبار سے:

جو چیز عقل میں حاصل ہو جائے پس اگر وہ نفسِ مفہومِ لفظ کے اعتبار سے شرکت سے مانع ہو تو وہ جزئی ہے اور اگر شرکت سے مانع نہ ہو تو وہ کلی ہے۔

پھر کلی کی وجود خارجی کے اعتبار سے کئی قسمیں ہیں وجہ حصر اس میں یہ ہے۔
کلی یا ممتنع الافراد ہوگی خارج میں جیسے ''شریک الباری تعالیٰ'' یا ممکن الافراد ہوگی لیکن اس کا کوئی فرد خارج میں موجود نہ ہوگا جیسے ''عنقاء'' یا اس کے افراد خارج میں موجود ہوں گے اگر اس کے افراد خارج میں موجود ہوں تو پھر یا ایک فرد ہوگا یا کثیر ہوں گے اگر ایک فرد ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا دوسرا فرد ممتنع ہوگا جیسے ''باری تعالیٰ'' یا دوسرا فرد ممکن ہوگا جیسے ''شمس'' اور اگر افراد کثیر ہوں تو پھر یا معدود اور محصور ہوں گے جیسے ''کواکب سبعہ سیارہ'' یا معدود اور محصور نہ ہوں گے جیسے نفوس ناطقہ حکماء کے نزدیک اور معلومات باری تعالیٰ مسلمانوں کے نزدیک۔

قال الثانی اذا قلنا الحیوان مثلا بانه کلی فههنا امور ثلثة الحیوان من حیث هوهو وکونه کلیا والمرکب منهما والاول یسمی کلیا طبعیا والثانی کلیا منطقیا والثالث یسمی کلیا عقلیا والکلی الطبعی موجود فی الخارج لانه جزء من هذا الحیوان الموجود فی الخارج وجزء الموجود موجود فی الخارج واما الکلیان الاخیران ففی وجودهما فی الخارج اختلاف والنظرفیه خارج عن المنطق.

ترجمہ: دوسری بحث یہ ہے کہ جب ہم یہ کہیں ''الحیوان کلی ''تو یہاں پر تین چیزیں ہیں۔
(۱) حیوان من حیث ہو ہو یعنی '' حیوان من حیث الحیوانیت'' (۲) حیوان کا کلی ہونا (۳) حیوان اور کلی دونوں کا مجموعہ پہلی قسم کو کلی طبعی کہتے ہیں دوسری کو کلی منطقی اور تیسری کو کلی عقلی کہتے ہیں کلی طبعی خارج میں موجود ہے کیونکہ وہ ''هذا الحیوان الموجود فی الخارج '' کا جزء ہے اور موجود کا جزء کا خارج میں موجود ہوتا ہے اور آخری دونوں کے خارج میں موجود ہونے کے اعتبار سے اختلاف ہے اور اس کے متعلق بحث منطق سے خارج ہے۔

تشریح: کلی طبعی، منطقی اور عقلی کا بیان:

ہر کلی میں امور ثلاثہ کا اعتبار ہوتا ہے مثلاً حیوان ہے اس میں ایک ''حیوان من حیث انہ حیوان'' ہے یعنی حیوان کا مصداق اور اس کا کلی ہونا اور ایک دونوں کا مجموعہ ہے یعنی ''الحیوان الکلی'' یہ تینوں باعتبار مفہوم ایک دوسرے سے غیر ہیں کیونکہ کلی کا مفہوم اور تعریف یہ ہے ''مالا یمتنع صدقہ علی کثیرین'' یہ اور حیوان کا مفہوم ہے ''الجسم النامی المتحرک بالارادۃ'' اور دونوں میں مغایرت ظاہر ہے۔

کلی طبعی کی تعریف: کلی منطقی کے معروض اور مصداق کو کلی طبعی کہتے ہیں۔

کلی منطقی کی تعریف: کلی کے مفہوم اور تعریف کو کلی منطقی کہتے ہیں۔

کلی عقلی کی تعریف: کلی طبعی اور منطقی کے مجموعہ کو کلی عقلی کہتے ہیں۔

مثلاً ''مالا یمتنع صدقہ علی کثیرین'' یہ کلی منطقی ہے کیونکہ منطقی اسی سے بحث کرتا ہے اور اس کے معروض اور مصداق ''مثلاً حیوان، انسان وغیرہ) کو کلی طبعی کہتے ہیں کیونکہ یہ طبعیت یعنی خارج میں موجود ہے اور دونوں کے مجموعہ مثلاً ''الحیوان الکلی'' کو کلی عقلی کہتے ہیں کیونکہ یہ عقل میں موجود ہے۔

کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہے کیونکہ یہ کلی ''ھذا الحیوان الموجود فی الخارج'' کا جزء ہے اور ''ھذا الحیوان'' خارج میں موجود ہے تو اس کا جزء یعنی ''حیوان'' بھی خارج میں موجود ہوگا۔

البتہ کلی منطقی اور عقلی خارج میں موجود ہیں یا نہیں تو اس میں حکماء کا اختلاف ہے ماتن فرماتے ہیں کہ اس سے بحث کرنا خروج عن الفن ہے کیونکہ اس کا تعلق حکمت الٰہیہ سے ہے۔

قال الثالث الکلیان متساویان ان صدق کل واحدمنھما علی مایصدق علیہ

الاخر کالانسان والناطق وبينهما عموم وخصوص مطلقا ان صدق احدهما علی کل مايصدق عليه الاخر من غير عکس کالحيوان والانسان وبينهما عموم وخصوص من وجه ان صدق کل منهما علی بعض مايصدق عليه الاخر فقط کالحيوان والابيض ومتباينان ان لم يصدق شیء منهما علی شیء ممايصدق عليه الاخر کالانسان والفرس. ص ۱۰۸

ترجمہ: تیسری بحث یہ ہے دوکلی متساوی ہیں اگران میں سے ہرایک دوسرے کے ہرفرد پر صادق ہوجیسے انسان اور ناطق اور دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے اگران میں سے ایک دوسرے کے ہرفرد پرصادق ہوعکس کے بغیر جیسے حیوان اورانسان اوران میں سے عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اگران میں سے ہرایک دوسرے کے بعض افراد پرصادق ہوجیسے حیوان اورابیض اورمتبائنین ہیں اگران میں سے کوئی بھی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پرصادق نہ ہو جیسے انسان اورفرس۔

تشریح: دوکلیوں کے درمیان نسب اربعہ کا بیان:

دوکلیوں کے درمیان چارنسبتوں میں سے ضرور بالضرورایک نسبت متحقق ہوتی ہے نسب اربعہ یہ ہیں (۱) تساوی (۲) تبائن (۳) عموم خصوص مطلق (۴) عموم خصوص من وجہ۔

وجہ حصراس میں یہ ہے کہ دوکلیوں میں سے ہرایک کلی دوسری کلی کے ہرفرد صادق ہوگی یابالکل صادق نہ ہوگی اگر بالکل صادق نہ ہوتواس کومتبائنین کہتے ہیں جیسے انسان اورفرس اورنسبت تبائن ہے اوراگرصادق ہوتو پھر دوحال خالی نہ ہوگی یاصدق کلی جانبین سے ہوگا یاجانب واحد سے اگر صادق جانبین سے ہوتو یہ متساوبین ہے اورنسبت تساوی ہے جیسے انسان اورناطق یاصدق کلی جانب واحد سے ہوگا تو یہ نسبت عموم خصوص مطلق ہے جیسے انسان حیوان یاصدق کلی کسی بھی جانب

سے نہ ہوگا تو یہ نسبت عموم خصوص من وجہ ہے جیسے حیوان اور ابیض۔

عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی۔

(۱) مادہ اجتماعی کہ حیوان بھی ہوگا اور ابیض بھی ہوگا جیسے سفید گھوڑا۔

مادہ افتراقی (۱) حیوان ہوگا لیکن سفید نہ ہوگا جیسے سیاہ گھوڑا۔

مادہ افتراقی (۲) سفید ہوگا لیکن حیوان نہ ہوگا جیسے سفید پتھر۔

فمرجع التبائن الكلي: نسبت تساوی کا مرجع سالبتین کلیتین ہیں جیسے کوئی انسان گھوڑا نہیں اور کوئی گھوڑا انسان نہیں اور تساوی کا مرجع موجبتین کلیتین ہیں جیسے ہر انسان ناطق اور ہر ایک ناطق انسان ہے، عموم خصوص مطلق کا مرجع ایک جانب سے موجبہ کلیہ اور دوسری جانب سے سالبہ جزئیہ جیسے ہر انسان حیوان ہے اور بعض حیوان انسان نہیں اور عموم خصوص من وجہ کا مرجع سالبتین جزئیتین ہیں جیسے بعض سفید حیوان نہیں اور بعض حیوان سفید نہیں۔

وانما اعتبر النسب بين الكليين: شارح فرماتے ہیں نسب اربعہ کا تحقق دو کلیوں کے درمیان ہوتا ہے دو مفہوموں کے درمیان متحقق نہیں ہوتا کیونکہ دو مفہومین یا کلین ہونگے یا جزئین یا ایک کلی اور ایک جزئی۔

دو جزئیوں کے درمیان ہمیشہ نسبت تبائن ہی ہوتی ہے دوسری نسبت متحقق نہیں ہوتی ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان پس اگر یہ جزئی اس کلی کا فرد ہو تو پھر دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہوتی ہے اور اگر یہ جزئی اس کلی کا فرد نہ ہو تو پھر دونوں کے درمیان نسبت تبائن ہے لہذا نسب اربعہ کا تحقق صرف دو کلیوں کے درمیان ممکن ہے اس لئے کلیین کا اعتبار کیا۔

قال ونقيضا المتساويين متساويان والا لصدق احدهما على بعض ما كذب عليه الاخر فيصدق احد المتساويين على ما كذب عليه لأخر وهو مع نقيض

الاعم من شیء مطلقا اخص من نقیض الاخص مطلقا لصدق نقیض الاخص علی کل مایصدق علیه نقیض الاعم من غیر عکس اما الاول فلانه لولاذلک لصدق عین الاخص علی بعض صدق علیه نقیض الاعم وذلک مسلتزم لصدق الاخص بدون الاعم وانه مح واماالثانی فلانه لولاذلک لصدق نقیض الاعم علی کل مایصدق علیه نقیض الاخص وذلک مستلزم لصدق الاخص علی کل الاعم وهو مح والاعم من شیء وجه لیس بین نقیضیهما عموم اصلا لتحقق هذا العموم بین عین الاعم مطلقا ونقیض الاخص مع التباین الکلی بین نقیض الاعم مطلقا وعین الاخص ونقیضاالمتباینین متباینان تباینا جزئیا لانهما ان لم یصدقامعا اصلا کالاوجود واللاعدم کان بینهما تباین کلی وان صدقا معا کاللاانسان واللافرس کان بینهماتباین جزئی ضرورة صدق احدالمتباینین مع نقیض الاخرفقط فالتباین الجزئی لازم جزما. ص ۱۱۰

ترجمہ: متساویین کی نقیضین بھی متساویین ہیں ورنہ دونوں میں سے ایک اس چیز پر صادق ہوگا جس پر دوسرا کاذب ہوگا پھر ایک متساوی اس چیز پر صادق ہوگا جس پر دوسرا کاذب ہے اور یہ محال ہے اور عموم خصوص مطلق میں اعم کی نقیض خاص ہوگی عام کی نقیض سے کیونکہ خاص کی نقیض ہر اس چیز پر صادق ہوتی ہے جس پر عام کی نقیض صادق ہوتی ہے عکس کے بغیر البتہ پہلی بات یہ ہے کہ اگر اس طرح نہ ہوتو پھر اخص کی عین صادق ہوگی اس چیز پر جس پر اعم کی نقیض صادق ہے اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ عین اخص صادق ہو اعم کے بغیر اور یہ محال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح نہ ہوتو پھر اعم کی نقیض صادق ہوگی ہر اس چیز پر جس پر اخص کی نقیض صادق ہے اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اخص کل اعم پر صادق ہو اور یہ محال ہے اور عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان عموم بالکل نہیں کیونکہ یہ عموم صادق عام مطلق کے عین اور اخص کی نقیض کے درمیان

حالانکہ عام مطلق کے عین اور اخص کی نقیض کے درمیان تبائن کلی موجود ہے اور متبائنین کی نقیضین ،متبائنین ہیں تبائن جزئی کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں اگر بالکل صادق نہ ہو جیسے لا وجود اور لا عدم تو پھر دونوں کے درمیان تبائن کلی موجود ہے اور اگر دونوں صادق بھی ہو جیسے لا انسان اور لا فرس تو پھر دونوں کے درمیان تبائن جزئی ہے کیونکہ متبائنین میں سے ایک کا عین دوسرے کی نقیض کے ساتھ صادق ہوتا ہے پس تبائن جزئی لازم ہے۔

تشریح: نسب اربعہ کی نقیضین کے درمیان نسبت کا بیان:

متساوبین کی نقیضین بھی متساوین ہوں گی جیسے انسان اور ناطق کے درمیان نسبت تساوی ہے تو اس کی نقیضین یعنی لا انسان اور لا ناطق کے درمیان بھی نسبت تساوی ہوگی۔

اس کو مصنف ؒ نے دلیل خلف سے ثابت کیا ہے یعنی جو مدعیٰ ہم نے پیش کیا ہے وہ مان لو یعنی ہر لا ناطق لا انسان ہے اگر یہ نہیں مانوگے تو اس کی نقیض مانوگے یعنی ہر لا ناطق انسان ہے ورنہ ارتفاع نقیضین لازم ہوگا اور جب انسان، لا ناطق کے ساتھ جمع ہو گیا تو اب انسان، ناطق کے ساتھ جمع نہ ہوگا کیونکہ اس کی نقیض کے ساتھ جمع ہوا ہے اس سے عینین کے درمیان بھی تساوی ختم ہو رہی لہذا یہ معلوم ہوا کہ متساوبین کی نقیضین کے درمیان بھی نسبت تساوی ہے۔

عموم خصوص مطلق کی نقیضین: عموم خصوص مطلق کی نقیضین کے درمیان بھی عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ یعنی عام کی نقیض خاص ہوگی اور خاص کی نقیض عام ہوگی جیسے انسان اور حیوان (عینین) کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہے یعنی ہر انسان حیوان ہے لیکن ہر حیوان انسان نہیں اس کی نقیضین یعنی لا انسان اور لا حیوان کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص مطلق ہے یعنی ہر لا حیوان، لا انسان ہے لیکن ہر لا انسان لا حیوان نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ لا انسان ہو لیکن لا حیوان نہ ہو بلکہ حیوان ہو جیسے گھوڑا۔

یہاں پر دو دعوے ہیں (۱) پہلا دعوی یہ ہے کہ ہر نقیضِ اخصِ اعم نقیضِ اخص ہے (۲) دوسرا دعوی یہ ہے کہ ہر نقیض اخص نقیض اعم نہیں شارحؒ نے دونوں کو دلیل خلف سے ثابت کیا ہے۔

پہلی بات (یعنی ہر نقیض اعم نقیض اخص ہے) کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہر نقیض اعم نقیض اخص نہ ہو تو پھر نقیض اعم، عین اخص کے ساتھ صادق ہوگی یعنی اگر لاحیوان لاانسان کے ساتھ صادق نہ ہو تو پھر لاحیوان انسان کے ساتھ صادق ہوگا اور جب انسان لاحیوان کے ساتھ صادق ہوگیا تو اب حیوان کے ساتھ صادق ہوگا کیونکہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

دوسری بات (یعنی ہر نقیض اخص نقیض اعم نہیں) کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات تو پہلے سے ثابت ہے کہ ہر نقیض اعم، نقیض اخص ہے اب اگر ہر نقیضِ اخص، نقیض اعم ہو جائے تو پھر نقیضین کے درمیان نسبت تساوی ہو جائے گی اور جب نقیضین کے درمیان نسبت ہو تو اس کی نقیضین یعنی عینین کے درمیان بھی نسبت تساوی ماننا پڑے گی حالانکہ عینین کے درمیان نسبت تساوی نہیں تھی بلکہ عموم خصوص مطلق تھی جیسے ہر لاحیوان لاانسان ہے اب اگر ہر لاانسان لاحیوان ہو جائے تو دونوں کے درمیان نسبت تساوی ہوگئی اب اس کی نقیضین یعنی انسان اور حیوان کے درمیان بھی تساوی ثابت ہو جائے گی اور یہ باطل ہے۔

عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان نسبت:

عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان عموم بالکل نہیں نہ عموم خصوص مطلق اور نہ عموم خصوص من وجہ بلکہ عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان نسبت تبائن جزئی ہے اور تبائن جزئی کبھی متحقق ہوتی ہے عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں اور کبھی متحقق ہوتی ہے تبائن کلی کے ضمن میں مثلاً حیوان اور لاانسان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے کیونکہ حیوان بھی ہوگا اور لاانسان بھی ہوگا جیسے ''فرس'' اور حیوان ہوگا لیکن لاانسان نہ ہوگا (بلکہ انسان ہوگا) جیسے ''انسان'' اور لاانسان ہوگا لیکن حیوان نہ ہوگا جیسے ''حجر'' لیکن اس کی نقیضین یعنی ''انسان اور لاحیوان'' میں عموم نہیں بلکہ

تبائن کلی ہے۔

حیوان اور ابیض کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے اس کی نقیضین کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص من وجہ ہے مثلاً لاحیوان بھی ہوگا اور لاابیض بھی ہوگا جیسے سیاہ پتھر لاحیوان ہوگا لیکن لاابیض نہ ہوگا (بلکہ ابیض ہوگا) جیسے سفید پتھر اور لاابیض ہوگا لیکن لاحیوان نہ ہوگا (بلکہ حیوان ہوگا) جیسے سیاہ گھوڑا پس معلوم ہوا کہ عموم خصوص من وجہ کی نقیضین کے درمیان نسبت تبائن جزئی ہے کبھی متحقق ہوگی تبائن کلی کے ضمن میں اور کبھی متحقق ہوگی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں۔

متبائنین کی نقیضین کے درمیان نسبت تبائن جزئی ہے:

متبائنین کی نقیضین کے درمیان نسبت تبائن جزئی ہے یعنی کبھی متحقق ہوگی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں اور کبھی متحقق ہوگی تبائن کلی کے ضمن میں مثلاً انسان اور فرس کے درمیان نسبت تبائن ہے لیکن اس کی نقیضین یعنی "لاانسان اور لافرس" کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے کیونکہ لاانسان اور لافرس دونوں صادق ہیں پتھر میں۔

اور کبھی متحقق ہوگی تبائن کلی کے ضمن میں مثلاً وجود اور عدم کے درمیان نسبت تبائن کلی اور اس کی نقیضین یعنی لاوجود اور لاعدم کے درمیان بھی نسبت تبائن کلی ہے۔

قال الرابع الجزئي كمايقال على المعنى المذكور المسمى بالجزئي الحقيقي فكذلك يقال على كل اخص تحت الاعم ويسمى الجزئي الاضافي وهواعم من الاول لان كل جزئي حقيقي جزئي اضافي دون العكس اما الاول فلاندراج كل شخص تحت الماهية المعراة عن المشخصات واماالثاني فلجواز كون الجزئي الاضافي كليا وامتناع كون الجزئي الحقيقي كذلك. ص ١١٦

ترجمہ: چوتھی بحث لفظ جزئی جیسے اس معنی مذکور پر بولا جاتا ہے جس کو جزئی حقیقی کے ساتھ موسوم

کیا جاتا ہے اسی طرح ہر اخص تحت الاعم پر بھی بولا جاتا ہے اور اس کو جزئی اضافی کہا جاتا ہے اور یہ پہلے سے عام ہے کیونکہ ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہوتی ہے نہ کہ اس کا عکس اول تو اس لئے کہ ہر شخص ان ماہیات کے تحت داخل ہوتا ہے جو مشخصات سے خالی ہو اور ثانی اس لئے کہ جزئی اضافی کا کلی ہونا ممکن ہے اور جزئی حقیقی کا اس طرح ہونا محال ہے۔

جزئی اضافی اور جزئی حقیقی کی تعریف:

جزئی کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے (۱) جزئی حقیقی پر یعنی "مایمتنع صدقه علی کثیرین" جزئی حقیقی وہ ہے جس کا صدق کثیرین پر ممتنع ہو جیسے زید۔

(۲) جزئی اضافی پر: جزئی اضافی وہ ہے جو اخص تحت الاعم ہو یعنی وہ چیز جو کسی عام کے تحت داخل ہو لہذا اس تعریف کی بناء پر انسان بھی جزئی ہے کیونکہ انسان حیوان کے تحت داخل ہے اور حیوان بھی جزئی ہے کیونکہ وہ جسم نامی کے تحت داخل ہے اور جسم نامی بھی جزئی ہے کیونکہ وہ جسم مطلق کے تحت داخل ہے اور جسم مطلق بھی جزئی ہے کیونکہ وہ جوہر کے تحت داخل ہے البتہ جوہر جزئی نہیں کیونکہ وہ کسی عام کے تحت داخل نہیں۔

اس جزئی کو جزئی اضافی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا جزئی ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنے مافوق کی نسبت سے ہے۔

جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان نسبت:

جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہے یعنی ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہے لیکن اس کا عکس ضروری نہیں زید جزئی حقیقی بھی ہے اور جزئی اضافی بھی انسان جزئی اضافی ہے لیکن جزئی حقیقی نہیں کیونکہ انسان فی نفسہ کلی ہے لیکن اخص تحت الاعم ہے اس لحاظ سے جزئی اضافی بھی ہے۔

قال الخامس النوع کمایقال علی ماذکرنا ویقال له النوع الحقیقی فکذلک یقال علی کل ماهیة یقال علیها وعلی غیرها الجنس فی جواب ماهو قولااولیا ویسمی النوع الاضافی. ص ۱۱۷

ترجمہ: پانچویں بحث یہ ہے کہ نوع کا اطلاق جیسے اس پر ہوتا ہے جو ہم نے ذکر کردیا اور اس کو نوع حقیقی کہا جاتا ہے ایسی طرح نوع کا اطلاق ہراس ماہیت پر بھی ہوتا ہے کہ ماہو کے جواب اس ماہیت اور دوسری (ماہیت پر) قول اولی کے طور پر جنس بولی جائے اور اس کو نوع اضافی کہتے ہیں۔

تشریح: نوع اضافی کا بیان:

جس طرح جزئی کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے اسی طرح نوع کا اطلاق بھی دو معنوں پر ہوتا ہے۔

(۱) نوع حقیقی پر یعنی "کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماهو" پر اس کو نوع حقیقی کہتے ہیں کیونکہ اس کا نوع ہونا اس حقیقت واحدہ کے اعتبار سے ہے جو افراد میں حاصل ہوتی ہے یعنی اس کا نوع ہونا حقیقت کے اعتبار سے ہے۔

(۲) نوع اضافی پر یعنی "**ماهية يقال عليها وعلى غيرهاالجنس في جواب ماهو قولا اوليا**" پر اس کو نوع اضافی کہتے ہیں۔

نوع اضافی اس کو کہتے ہیں کہ جب ایک ماہیت اور اس کے ساتھ دوسری ماہیت کو لیکر ماہو کے ساتھ سوال کیا جائے تو اس کے جواب میں جنس واقع ہو جیسے انسان اور فرس کو لیکر سوال کیا جائے کہ "الانسان والفرس ماهما" تو جواب میں حیوان آئے گا لہذا انسان نوع اضافی ہے۔ مصنفؒ نے نوع اضافی کی تعریف کو مقید کیا ہے "قولااولیا" کے ساتھ اس کے ذریعہ احتراز سے صنف سے تفصیل اس کی یہ ہے کہ مناطقہ نے کلیات کی ترتیب یہ رکھی ہے کہ سب سے نیچے

اشخاص کو رکھا ہے اس کے اوپر صنف کو رکھا ہے، اس کے اوپر انواع ہیں اور انواع کے اوپر اجناس ہیں۔

پس جب کلیات مترتبہ کسی چیز پر حمل ہو تو عالی کا حمل اس چیز پر سافل کے واسطے ہوگا مثلاً حیوان کا حمل زید، یا ترکی پر براہ راست نہیں ہے بلکہ انسان کے واسطے سے ہے انسان پر حیوان کا حمل براہ راست ہے لہذا ''قولیا اولیا'' کے ذریعہ احتراز ہے صنف سے کیونکہ جب سوال کیا جائے ''الترکی والفرس ماھما'' تو جواب میں حیوان آئے گا لیکن حیوان کا حمل ترکی پر اولی نہیں ہے بلکہ انسان کے واسطے سے ہے اس قید کے ذریعہ، صنف، نوع اضافی کی تعریف خارج ہوگئی۔

قال ومراتبه اربع لانه اما اعم الانواع وهو النوع العالي كالجسم او اخصها وهو النوع السافل كالانسان ويسمى نوع الانواع او اعم من السافل واخص من العالي وهو النوع المتوسط كالحيوان والجسم النامي او مباين للكل وهو النوع المفرد كالعقل ان قلنا ان الجوهر جنس له. ص ۱۱۹

ترجمہ: نوع کے مراتب چار ہیں کیونکہ یا تو یہ تمام انواع سے عام ہوگی یہ نوع عالی ہے جیسے جسم یا سب سے خاص ہوگی تو یہ نوع سافل ہے جیسے انسان اور اس کو نوع الانواع کہتے ہیں یا سافل سے عام اور عالی سے خاص ہوگی تو یہ نوع متوسط ہے جیسے حیوان اور جسم نامی یا سب سے جدا ہوگی اور یہ نوع مفرد ہے جیسے عقل اگر ہم یہ کہیں کہ جوہر اس کیلئے جنس ہے۔

تشریح: انواع کے مراتب: اس بحث میں مصنفؒ نے نوع اضافی کے مراتب ذکر کئے ہیں نوع حقیقی کے مراتب نہیں ہو سکتے کیونکہ نوع حقیقی کسی نوع سے عام نہیں ہو سکتی ورنہ نوع حقیقی کا جنس ہونا لازم آئے گا اور نوع حقیقی جنس نہیں ہو سکتی تو نوع حقیقی ترتیب میں بھی واقع نہیں ہو سکتی البتہ نوع اضافی کے مراتب ہو سکتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ نوع اضافی کے مراتب چار ہیں

کیونکہ نوع اضافی یا سب سے انواع سے عام ہوگی تو یہ نوع عالی ہے جیسے جسم مطلق یہ نوع عالی ہے کیونکہ اس کے اوپر نوع نہیں ہے بلکہ جوہر ہے اور وہ جنس ہے۔

یا سب سے خاص ہوگی جیسے انسان اس کو نوع سافل کہتے ہیں کیونکہ اس کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے۔

یا متوسط ہوگی یعنی اس کے اوپر بھی نوع ہوگی اور نیچے بھی نوع ہوگی جیسے حیوان اور اس کے اوپر جسم نامی ہے اور نیچے انسان ہے اور یہ دونوں نوع ہیں اسی طرح جسم نامی بھی نوع متوسط ہے کیونکہ اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور نیچے حیوان ہے اور یہ دونوں نوع ہیں۔

نوع مفرد وہ ہے جس کے اوپر بھی نوع نہ ہو اور نیچے بھی نوع نہ ہو عالم وجود میں اس کیلئے کوئی مثال نہیں ہے البتہ اس کی مثال میں عقل کو پیش کیا جاتا ہے جبکہ جوہر اس کیلئے جنس قرار دی جائے یہ نوع مفرد کی مثال بن جائے گی کیونکہ عقل کے اوپر جوہر ہے اور وہ جنس ہے اور نیچے عقول عشرہ ہیں اس کیلئے افراد ہے لہذا عقل نوع مفرد کی مثال ہے۔

قال ومراتب الاجناس ایضاھذہ الاربع لکن العالی کالجوھر فی مراتب الاجناس یسمی جنس الاجناس لاالسافل کالحیوان ومثال المتوسط فیھا الجسم النامی ومثال المفرد العقل ان قلنا ان الجوھر لیس بجنس لہ.ص ۱۲۱

ترجمہ: اجناس کے مراتب بھی یہی چار ہیں لیکن عالی جیسے جوہر مراتب اجناس میں اُسے جنس الاجناس کہا جاتا ہے نہ کہ سافل جیسے حیوان اور اس میں متوسط کی مثال جسم نامی ہے اور مفرد کی مثال عقل ہے اگر ہم یہ کہیں کہ جوہر اس کیلئے جنس نہیں ہے۔

تشریح: اجناس کے مراتب: اجناس کے مراتب بھی چار ہیں (۱) جنس عالی جس کے اوپر

کوئی جنس نہ ہواور اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں جیسے جوہر۔

(۲) جنس سافل جس کے نیچے کوئی جنس نہ ہو جیسے حیوان۔

(۳) جنس متوسط جس کے اوپر بھی جنس ہو اور نیچے بھی جنس ہو جیسے جسم نامی اور جسم مطلق۔

(۴) جنس مفرد جس کے اوپر بھی جنس نہ ہو اور نیچے بھی جنس نہ ہو عالم وجود میں اس کیلئے بھی کوئی مثال نہیں البتہ صرف تمثیل کیلئے اس کی مثال عقل کے ساتھ دی جاتی ہے جبکہ جوہر کو اس کیلئے جنس نہ قرار دیا جائے لہذا عقل جنس مفرد ہو گی اور اس کے نیچے جو عقول عشرہ ہیں وہ اس کیلئے انواع ہوں گی۔

لایقال احدالتمثیلین فاسد : معترض یہ کہتا ہے کہ مصنفؒ نے نوع مفرد اور جنس مفرد دونوں کیلئے مثال میں عقل کو پیش کیا ہے اب دونوں مثالوں میں سے ایک ضرور فاسد ہو گی کیونکہ عقل جب نوع مفرد ہے تو اب وہ جنس مفرد نہیں ہو سکتی۔

جواب: مثال صرف مسئلہ کی وضاحت کیلئے دی جاتی ہے اس کا حقیقت میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے یہاں پر بھی صرف فرض اور تقدیر کے طور پر پہلی صورت میں عقل کو عقول عشرہ کیلئے متفقۃ الحقیقۃ قرار دیا گیا ہے تو یہ نوع مفرد کی مثال بن گئی اور دوسری صورت میں عقل کو عقول عشرہ کیلئے مختلفۃ الحقیقۃ قرار دیا گیا ہے لہذا یہ جنس مفرد کی مثال بن گئی ہے۔

قال والنوع الاضافی موجود بدون الحقیقی کالانواع المتوسطة والحقیقی موجود بدون الاضافی کالحقائق البسیطة فلیس بینهما عموم وخصوص مطلقا بل کل منهما اعم من الاخر من وجه لصدقهما علی النوع السافل. ص ۱۲۳

ترجمہ: اور نوع اضافی، نوع حقیقی کے بغیر موجود ہے جیسا کہ انواع بسیطہ میں اور نوع حقیقی

موجود ہے نوع اضافی کے بغیر جیسا کہ حقائق بسیطہ تو دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق نہیں ہے بلکہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے من وجہ عام ہے اس لئے کہ نوع سافل پر دونوں صادق ہیں۔

تشریح: نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت:

مناطقہ کے درمیان مشہور ہے کہ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت عموم وخصوص مطلق ہے کیونکہ نوع سافل جیسے ''انسان'' نوع حقیقی بھی ہے اور نوع اضافی بھی ہے اور انواع متوسطہ جیسے حیوان اور جسم نامی نوع متوسط ہیں لیکن نوع حقیقی نہیں لیکن مصنفؒ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے بلکہ مصنفؒ کے نزدیک نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔

نوع اضافی ہوگی لیکن نوع حقیقی نہ ہوگی جیسا کہ انواع متوسطہ جیسے حیوان اور جسم نامی یہ نوع اضافی ہیں لیکن نوع حقیقی نہیں کیونکہ یہ فی نفسہ جنس ہیں۔

نوع حقیقی ہوگی لیکن نوع اضافی نہ ہوگی جیسا کہ عقل، نفس، نقطہ اور وحدت یہ نوع حقیقی ہیں لیکن نوع اضافی نہیں کیونکہ اس کے اوپر دوسری نوع نہیں ہے۔

نوع حقیقی بھی ہوگی اور نوع اضافی بھی ہوگی جیسا کہ انسان ہے یہ نوع حقیقی بھی ہے کیونکہ ''متفقة الحقیقة'' ہے اور نوع اضافی بھی ہے کیونکہ اس کو اور دوسری ماہیت کو لیکر جب سوال کیا جائے تو جواب میں جنس واقع ہوتی ہے۔

قال وجزء المقول فی جواب ماهو ان كان مذكورا بالطالمطابقة يسمى واقعا فی طريق ماهو كالحيوان والناطق بالنسبة الى الحيوان الناطق المقول فی جواب السؤال بماهو عن الانسان وان كان مذكورا بالتضمن يسمى داخلا فی جواب ماهو كالجسم والنامی والحساس والمتحرک بالارادة الدال عليها الحيوان بالتضمن. ص ۱۲۵

ترجمہ: مقول فی جواب ماہو کا جزء اگر مطابقۃً مذکور ہو تو اس کو واقع فی طریق ماہو کہا جاتا ہے جیسے حیوان اور ناطق حیوان ناطق کے لحاظ سے جو انسان کے بارے میں ماہو کے ذریعہ سوال کے جواب میں مقول ہوتا ہے اور اگر تضمناً مذکور ہو تو داخل فی جواب ماہو کہا جاتا ہے جیسے جسم، نامی، حساس، اور متحرک بالارادہ، جن پر حیوان بطریق تضمن دلالت کر رہا ہے۔

تشریح: اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ماہو'' کے جواب میں جو چیز واقع ہوتی ہے اس کو مقول فی جواب ماہو کہتے ہیں مثلاً جب سوال کیا جائے ''الانسان ماهو'' تو اس کے جواب میں ''حیوان ناطق'' آتا ہے اس ''حیوان ناطق'' کو مقول فی جواب ماہو کہتے ہیں۔

''حیوان ناطق'' کے دو جزء ہیں (۱) حیوان (۲) ناطق۔ اب ''حیوان ناطق'' کے ضمن میں ایک جزء یعنی حیوان پر بھی دلالت ہو رہی ہے اور ناطق پر بھی دلالت ہو رہی ہے اس جزء کو یعنی صرف حیوان یا صرف ناطق کو ''واقع فی طریق'' ماہو کہتے ہیں۔

اور حیوان ناطق کے ضمن میں جنس بعید اور فصل بعید پر دلالت ہو رہی ہے مثلاً حیوان ناطق کے ضمن میں جسم نامی، متحرک بالارادہ وغیرہ پر بھی دلالت ہو رہی ہے اس کو ''داخل فی جواب ماهو'' کہتے ہیں۔

وانما انحصر جزء المقول فی جواب ماهو:

شارحؒ فرماتے ہیں کہ مقول فی جواب ماہو کے جزء میں صرف دلالت مطابقی اور دلالت تضمنی کا اعتبار کیا گیا ہے دلالت التزامی کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ دلالت التزامی ''ماہو'' کے جواب میں متروک ہے۔

والجنس العالی جاز ان یکون له فصل فصل یقومه لجواز ترکبه من امرین متساوین او امور متساویة ویجب ان یکون له فصل یقسمه والنوع السافل

یجب له فصل یقسمه ویمتنع ان یکون له فصل یقسمه والمتوسطات یجب ان یکون لها فصول تقسمها وفصول تقومها وکل فصل یقسم لعالی فهو یقوم السافل من غیر عکس کلی وکل فصل یقسم السافل فهو یقسم العالی من غیر عکس کلی .ص ۱۲۶

ترجمہ: جنس عالی کیلئے فصل مقوم ہوسکتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امرین متساوبین یا امور متساویہ سے مرکب ہواور واجب ہے کہ اس کیلئے فصل مقسم ہواور نوع سافل کیلئے واجب ہے کہ فصل مقوم ہواور یہ ممتنع ہے اس کیلئے فصل مقسم ہواور متوسطات کیلئے لازم ہے کہ فصل مقسم ہوبھی اور مقوم بھی ہواور ہر وہ فصل جو مقوم ہو عالی کیلئے وہ مقوم ہوگی سافل کیلئے لیکن اس کا عکس کلی نہیں ہے اور ہر وہ فصل جو مقسم ہو سافل کیلئے وہ مقسم ہوگی عالی کیلئے بھی لیکن اس کا عکس کلی نہیں ہے۔

تشریح: فصل مقوم اور فصل مقسم کا بیان:

جب فصل کی نسبت نوع کی طرف جاتی ہے تو اس کو مقوم کہتے ہیں یعنی داخل فی الذات کیونکہ فصل نوع کی قوام اور ذات میں داخل ہوتی ہے اور جب فصل کی نسبت جنس کی طرف کی جاتی ہے تو اس کو مقسم کہتے ہیں یعنی جنس کو تقسیم کرنے والی کیونکہ فصل جنس کو تقسیم کرتی ہے دو قسموں کی طرف کیونکہ فصل کی وجہ سے جنس کیلئے دو قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔

مثلاً جب ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی جائے تو یہ انسان کیلئے مقوم ہے کیونکہ ناطق انسان کی قوام اور ذات میں داخل ہے لیکن جب ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کی جائے تو یہ حیوان کیلئے مقسم ہے کیونکہ ناطق کی وجہ سے حیوان کیلئے دو قسمیں حاصل ہوگئیں (۱) حیوان ناطق (۲) حیوان غیر ناطق۔

اب فرماتے ہیں کہ جنس عالی مثلاً جوہر کیلئے فصل مقوم ہوسکتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ جنس عالی

ذوامرین یا کئی امور سے مرکب ہو جو اس کے مساوی ہوں اور اس کو مشارکات فی الوجود سے ممتاز کر دیں لیکن متقدمین مناطقہ اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اور جنس عالی کیلئے فصل مقسم ہونا ضروری ہے کیونکہ جنس عالی کے نیچے انواع ہوتی ہیں اور انواع کی جو فصول ہیں وہ چونکہ انواع کیلئے مقسم ہیں لہذا وہی فصول جنس عالی کیلئے بھی مقسم ہوں گی۔

اور نوع سافل کیلئے فصل مقوم تو ہو سکتی ہے لیکن اس کیلئے فصل مقسم نہیں ہو سکتی اس کیلئے فصل مقوم اس لئے ہوگی کہ نوع سافل کے اوپر جنس ہوتی ہے اور جس چیز کیلئے جنس ہو اس کیلئے فصل مقوم ضرور ہوگی اور نوع سافل کیلئے فصل مقسم اس لئے نہیں ہو سکتی کہ نوع سافل کے نیچے انواع نہیں ہیں ورنہ پھر وہ سافل نہیں رہے گی۔

اور متوسطات چاہے نوع متوسط ہو یا جنس متوسط ہو اس کیلئے فصل مقوم بھی ہوگی کیونکہ اس کے اوپر جنس ہوتی ہے اور مقسم بھی ہوگی کیونکہ اس کے نیچے انواع ہوتی ہیں۔

اور ہر وہ فصل جو مقوم ہو عالی کیلئے وہ سافل کیلئے بھی مقوم ہوگی کیونکہ جو فصل عالی کیلئے مقوم ہو وہ عالی کا جزء ہوتا ہے اور عالی چونکہ خود سافل کیلئے جزء ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کا جزء، جزء ہوتا ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کیلئے بھی مقوم ہوتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں کہ جو چیز مقوم ہو سافل کیلئے وہ عالی کیلئے بھی مقوم ہو مثلاً ناطق انسان کیلئے مقوم ہے لیکن حیوان کیلئے مقوم نہیں بلکہ حیوان کیلئے مقسم ہے۔

اس کا عکس کلی نہیں ہے البتہ عکس جزئی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک فصل سافل کیلئے بھی مقوم ہو اور عالی کیلئے بھی مقوم ہو۔

مقسم اس کا برعکس ہے یعنی جو فصل مقسم ہو سافل کیلئے وہ عالی کیلئے بھی مقسم ہوگی جس فصل کی وجہ سے سافل کیلئے قسم حاصل ہوتی ہے اس فصل کی وجہ سے عالی کیلئے بھی قسم سے حاصل ہوتی ہے لیکن

اس کا عکس نہیں کہ جو فصل مقسم ہو عالی کیلئے وہ سافل کیلئے بھی مقسم ہو کیونکہ نامی جسم مطلق کیلئے تو مقسم ہے لیکن حیوان کیلئے مقسم نہیں کیونکہ ہر حیوان نامی ہوتا ہے۔

عکس کلی نہیں ہے البتہ عکس جزئی ہوسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض فصل عالی کیلئے بھی مقسم ہو اور سافل کیلئے بھی مقسم ہو۔

قال الفصل الرابع فی التعریفات المعرف للشیء ھو الذی یستلزم تصورہ تصور ذلک الشیء او امتیازہ عن کل ماعداہ وھو لایجوز ان یکون نفس الماھیة لان المعرف معلوم قبل المعرف والشیء لایعلم قبل نفسہ ولااعم لقصورہ عن افادة التعریف ولااخص لکونہ اخفی فھو مساو لھا فی العموم والخصوص ص ۱۲۸

ترجمہ: چوتھی فصل تعریفات کے بیان میں ہے

کسی چیز کا معرِف وہ ہوتا ہے کہ جس کا تصور اس شیء کے تصور کو یا اس کے جمیع ماعدا کے امتیاز کو مستلزم ہو اور اس کا نفس ماہیت ہونا جائز نہیں اس لئے کہ معرِف معرَف سے پہلے معلوم ہوتا ہے اور شی اپنی ذات سے پہلے معلوم نہیں ہوتی اور نہ معرِف کا اعم ہونا جائز ہے کیونکہ وہ تعریف کے افادے سے قاصر ہے اور نہ معرِف کا اخص ہونا جائز ہے کیونکہ وہ زیادہ پوشیدہ ہے بلکہ معرِف ماہیت کے ساتھ عموم وخصوص میں مساوی ہوگا۔

تشریح: معرِف کی تعریف: کسی چیز کا معرِف وہ ہوتا ہے جو اس چیز کے تصور کو مستلزم ہو یعنی معرِف کی وجہ سے معرَف کی معرفت حاصل ہو جائے یا معرِف کی وجہ سے معرَف تمام اغیار سے ممتاز ہو جائے مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق سے اس کی وجہ سے انسان کی کامل معرفت حاصل ہوتی ہے اور انسان کی تعریف ضاحک یا حیوان ضاحک سے، اس سے انسان کی کامل

معرفت تو حاصل نہیں ہوتی لیکن انسان تمام اغیار سے ممتاز ہوتا ہے۔

معرِف معرَف کا عین نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر معرِف کا عین ہوجائے تو لازم آئے گا کہ کوئی چیز اپنے آپ سے پہلے حاصل ہو کیونکہ معرِف معرَف سے پہلے معلوم ہوتا ہے اور جب معرِف اور معرَف ایک چیز ہیں تو کسی چیز کا اپنے نفس سے پہلے معلوم ہونا لازم آئے گا لہذا معرِف معرَف کا غیر ہوگا۔

اور معرِف کا معرَف سے عام ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ عام مفید تعریف نہیں ہوتا مثلاً انسان کی تعریف اگر حیوان سے کی جائے تو اس سے نہ تو معرَف کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نہ معرَف تمام اغیار سے ممتاز ہوتا ہے۔

معرِف کا معرَف سے خاص ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ خاص اخفی ہوتا ہے اس لئے کہ خاص کے شرائط کثیر ہیں اسی طرح خاص کے معاندات کثیر ہیں اور جس چیز کے شرائط کثیر ہوں اور معاندات زیادہ ہوں تو اس کا وجود قلیل ہوتا ہے اور جس چیز کا وجود قلیل ہو وہ اخفی ہوتی ہے اور تعریف بالاخفی جائز نہیں کیونکہ معرِف کیلئے اجلی ہونا چاہئے۔

اسی طرح معرِف کا معرَف سے مبائن ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ معرِف معرَف پر حمل ہوتا ہے اور ایک مبائن دوسرے مبائن پر حمل نہیں ہوسکتا۔

لہذا معرِف کا معرَف کے ساتھ عموم اور خصوص میں مساوی ہونا ضروری ہے۔

یعنی جس چیز پر معرِف صادق ہوتا ہے اس پر معرَف صادق ہو اور جس چیز پر معرَف صادق ہوتا ہے اس پر معرِف صادق ہو یہی مطلب ہے مناطقہ کے اس قول کا کہ تعریف جامع و مانع یا مطرد و منعکس ہونا چاہئے۔

قال ویسمی حدا تاما ان کان بالجنس والفصل القریبین وحدا ناقصا ان کان بالفصل القریب وحدہ او بہ وبالجنس البعید ورسما تاما ان کان بالجنس

القریب والخاصة ورسما ناقصا ان کان بالخاصة وحدها اوبها وبالجنس البعید. ص ۱۳۲

ترجمہ: اور معرِف حدتام کہلاتا ہے اگر جنس قریب اور فصل قریب سے ہو اور حد ناقص ہے اگر صرف فصل قریب سے یا فصل قریب اور جنس بعید سے ہو اور رسم تام ہے اگر جنس قریب اور خاصہ سے ہو اور رسم ناقص ہے اگر صرف خاصہ سے یا خاصہ اور جنس بعید سے ہو۔

تشریح: حد تام، حد ناقص، رسم تام اور رسم ناقص کا بیان:

معرِف کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) حدتام جبکہ کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور فصل قریب سے ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

اس کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ حد کے معنی ہیں ''منع'' یعنی روکنا اور اس کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے دخول غیر سے مانع ہے۔

اور تام اس لئے کہ مشتمل ہے تمام ذاتیات پر۔

(۲) حد ناقص جبکہ کسی چیز کی تعریف صرف فصل قریب سے ہو یا فصل قریب اور جنس بعید سے ہو جیسے انسان کی تعریف صرف ناطق سے یا جسم ناطق سے۔

اس کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ مانع ہے دخول غیر سے اور ناقص اس لئے ہے کہ تمام ذاتیات پر مشتمل نہیں۔

(۳) رسم تام جبکہ کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور خاصہ سے ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک سے۔

اس کو رسم اس لئے کہتے ہیں کہ رسم کے معنی ہیں اثر اور یہ چونکہ تعریف بالخارج اللازم ہے اور

تعریف بالخارج اثر اور رسم ہوتی ہے اس لئے اس کو رسم کہتے ہیں اور تام اس لئے کہتے ہیں کہ مشابہ ہے حدتام کے ساتھ۔

(۴) رسم ناقص جبکہ کسی چیز کی تعریف صرف خاصہ سے ہو یا جنس بعید اور خاصہ سے ہو جیسے انسان کی تعریف ضاحک سے یا جسم ضاحک سے اس کو رسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف بالاثر ہے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رسم تام کے بعض اجزاء حذف ہیں۔

البتہ تعریفات میں عرض کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ تعریف کا مقصود یا اطلاع علی الذاتیات ہوتی ہے اور یا امتیاز عن جمیع الاغیار ہوتا ہے اور عرض دونوں کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے تعریفات میں عرض عام استعمال نہیں ہوتا۔

قال ویجب الاحتراز عن تعریف الشیء بمایساویه فی المعرفة والجهالة کتعریف الحرکة بمالیس بسکون والزوج بمالیس بفرد وعن تعریف الشیء بمالایعرف الابه سواء کان بمرتبة واحدة کمایقال الکیفیة مابها یقع المشابهة ثم یقال المشابهة اتفاق فی الکیفیة اوبمراتب کمایقال الاثنان زوج اول ثم یقال الزوج الاول هو المنقسم بمتساویین ثم یقال المتساویان هما الشیئان اللذان لایفضل احدهما علی الاخر ثم یقال الشیئان هما الاثنان ویجب ان یحترز عن استعمال الفاظ غریبة وحشیة غیرظاهرة الدلالة بالقیاس الی السامع لکونه مفوتا للغرض. ص ۱۳۴

ترجمہ: اور کسی چیز کے اس شیء کے ساتھ تعریف کرنے سے احتراز لازم ہے جو معرفت اور جہالت میں اس شیء کے ساتھ مساوی ہو جیسے حرکت کی تعریف مالیس بسکون کے ساتھ اور زوج کی تعریف بمالیس بفرد کے ساتھ اور شیء کا اس کے چیز کے ساتھ بھی تعریف کرنے سے احتراز لازم ہے جو معلوم نہ ہو مگر اسی کے ذریعہ خواہ ایک مرتبہ کے ساتھ ہو جیسے کہا جائے کہ کیفیت وہ ہے

جس کی وجہ سے مشابہت واقع ہو پھر کہا جائے کہ مشابہت کیفیت میں متفق ہونا ہے یا چند مراتب کے ساتھ ہو جیسے کہا جائے کہ اثنان پہلا جفت ہے پھر کہا جائے کہ پہلا جفت وہ ہے جو دو مساوی عدد پر منقسم ہو پھر کہا جائے کہ متساویین وہ دو چیزیں ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسری پر راجح نہ ہو پھر کہا جائے کہ شیئین وہ اثنین ہیں اور ایسے غریب متوحش الفاظ کے استعمال کرنے سے احتراز ضروری ہے جو سامع کے نزدیک ظاہر اور واضح دلالت کرنے والے نہ ہوں کیونکہ یہ مقصود کو فوت کر دیتا ہے۔

تشریح: تعریف میں جن امور سے احتراز لازم ہے ان کا بیان:

تعریف میں وجوہ اختلال دو طرح کی ہیں

(۱) اختلال معنوی (۲) اختلال لفظی۔

اختلال معنوی کی دو صورتیں:

(۱) کسی چیز کی تعریف ایسی شیء سے کی جائے تو معرفت اور جہالت میں معرَّف کے مساوی ہو یعنی اگر ایک کا علم حاصل ہو تو دوسرے کا بھی علم حاصل ہو اور اگر ایک سے جاہل ہو تو دوسرے سے بھی جاہل ہو۔

جیسے حرکت کی تعریف بما لیس بسکون سے کرنا کیونکہ جو حرکت کو جانتا ہے وہ لیس بسکون کو بھی جانتا ہے اور جو لیس بسکون کو جانتا ہے وہ حرکت کو بھی جانتا ہے اور یہ اس لئے ناجائز ہے کہ معرِف کی معرفت معرَّف سے مقدم ہونی چاہئے کیونکہ معرِف علت ہوتا ہے معرَّف کیلئے اور جب معرِف اور معرَّف دونوں معرفت اور جہالت میں مساوی ہو تو پھر دونوں کی معرفت ایک ساتھ ہوگی معرِف کی معرفت مقدم نہ ہوگی۔

(۲) معرَّفؒ (شیء) کی تعریف ایسی چیز (معرِف) سے کی جائے جس (یعنی معرِف) کی

معرفت خوداس شیء (یعنی معرَف) کی معرفت پر موقوف ہو چاہے ایک مرتبہ کے ساتھ جس کو دور مصرح کہا جاتا ہے یا چند مراتب کے ساتھ ہو جس کو دور مضمر کہا جاتا ہے۔

اختلال لفظی کی صورتیں:

اختلال لفظی کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) تعریف میں ایسے الفاظ غریبہ کا استعمال کرنا جو وحشی ہوں جن کا معنی سامع نہ جانتا ہو جیسے "النار استقبس فوق الاستقسات" آگ ایک عنصر ہے تمام عناصر کے اوپر۔

(۲) تعریف میں الفاظ مجازیہ کا استعمال کرنا یہ اس لئے ناجائز ہے کہ سامع کا ذہن معنی حقیقی کی طرف سبقت کرتا ہے جس سے تعریف کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوتی ہے۔

(۳) تعریف میں الفاظ مشترکہ کا استعمال بھی جائز نہیں کیونکہ اس سے اصل معنی کے سمجھنے میں خلل واقع ہوتا ہے۔

البتہ اگر سامع الفاظ وحشیہ کو جانتا ہو یا الفاظ مشترکہ سے ایک معنی کے مراد لینے پر قرینہ موجود ہو اور ظاہر بھی ہو تو پھر جائز ہے۔

التصدیقات

قال المقالة الثانية فی القضايا واحكامها وفيها مقدمة وثلثة فصول اماالمقدمة .

ففی تعريف القضية واقسامها الاولية .ص ١٣٦

القضية قول يصح ان يقال لقائله انه صادق فيه او كاذب وهی حملية ان انحلت بطرفيهاالی مفردين كقولک زيدعالم وزيدليس بعالم وشرطيةان لم تنحل .

ترجمہ: دوسرا مقالہ قضایا اور اسکے احکام کے بیان میں ہے اس میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں مقدمہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ میں ہے قضیہ وہ قول ہے جس کے قائل کے بارے میں یہ کہنا درست ہو کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا اور قضیہ حملیہ ہے اگر اپنی طرفین سے دو مفردوں کی طرف کھل جائے جیسے آپ کا قول ''زید عالم اور زید لیس بعالم'' اور وہ قضیہ شرطیہ ہے اگر دو مفردوں کی طرف نہ کھلے۔

تشریح: قضایا کا بیان

جب مصنف قول شارح کے بیان سے فارغ ہوئے تو حجت کا بیان شروع فرمادیا لیکن حجت کی معرفت چونکہ قضایا کی معرفت پر موقوف ہے اس لئے حجت کے مباحث بیان کرنے سے پہلے قضایا کے مباحث ذکر کر رہے ہیں ۔

مقدمہ: مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ ذکر کر رہے ہیں اقسام سے مراد وہ ہیں جن کی طرف قضیہ بالذات اور براہ راست منقسم ہوتا ہے چنانچہ قضیہ کی اقسام اولیہ ''قضیہ حملیہ'' اور ''قضیہ شرطیہ'' ہیں پھر قضیہ حملیہ منقسم ہوتا ہے ضروریہ اور لاضروریہ کی طرف اور شرطیہ منقسم ہوتا ہے لزومیہ اور اور اتفاقیہ کی طرف لیکن وہ قضیہ کی اقسام اولیہ نہیں ہیں بلکہ اقسام ثانویہ ہیں ان اقسام کی

طرف بھی قضیہ منقسم ہوتا ہے لیکن بالذات نہیں بلکہ اپنی قسم یعنی حملیہ اور شرطیہ کے واسطے سے منقسم ہوتا ہے یہاں مقدمہ میں قضیہ کی اقسام اولیہ ذکر کی جائیں گی۔

قضیہ کی تعریف: القضية قول يصح ان يقال لقائله انه صادق فيه او كاذب" قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکتا ہو۔

فوائد قیود: قول جنس ہے اقوال تامہ، ناقصہ سب کو شامل ہے اسی طرح قول قضایا ملفوظہ اور قضایا معقولہ سب کو شامل ہے پس اگر قضیہ سے قضیہ ملفوظہ مراد ہو تو قول سے لفظ مرکب مراد ہوگا اور اگر قضیہ سے قضیہ معقولہ مراد ہو تو پھر قول سے مفہوم عقلی مرکب مراد ہوگا۔

"يصح ان يقال لقائله" فصل اول ہے اس کے ذریعہ مرکب ناقص اور تمام انشاءات خارج ہو گئے۔

قضیہ کی اقسام: قضیہ ابتداءً دو قسم پر ہے (۱) قضیہ حملیہ (۲) قضیہ شرطیہ۔

قضیہ حملیہ وہ ہے جس کا انحلال دو مفردوں کی طرف ہوتا ہو جیسے زيد هو قائم سے اگر نسبت رابطی حذف کر دیا جائے تو "زيد" اور "قائم" رہ جاتے ہیں اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

اور قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کا انحلال دو مفردوں کی طرف نہ ہوتا ہو بلکہ دو قضیوں کی طرف ہوتا ہو جیسے "ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود" اگر اس سے "اِنْ" اور "فا" جزائیہ کو حذف کر دیا جائے تو "الشمس طالعة" اور "النهار موجود" باقی رہ جائیں گے اور یہ دونوں قضیہ ہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ قضیہ حملیہ انحلال کے بعد دو مفردوں کی طرف منحل ہوتا ہے تو ہم آپ کو دکھائیں گے کہ قضیہ ہی ہوگا لیکن اس کے اطراف مفرد نہ ہوں گے بلکہ جملہ ہوں گے جیسے "الحيوان الناطق ينتقل بنقل قدميه" وغیرہ۔

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ مفرد عام ہے چاہے بالفعل مفرد ہو، یا بالقوۃ مفرد ہو، مذکورہ امثلہ اگرچہ بالفعل مفرد نہیں ہیں لیکن بالقوہ مفرد ہیں اس طور پر کہ ان سے الفاظ مفردہ کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ کم ازکم یہ کہہ سکتے ہیں "**ھذا ذاک**" یا "**الموضوع محمول**" برخلاف شرطیات کے کہ اس میں اس انداز سے تعبیر نہیں کی جاتی کہ "**ھذہ القضیة تلک القضیة واماان تحقق ھذہ القضیة او تحقق تلک القضیة**"۔

البتہ یہاں پر ایک اعتراض باقی رہتا ہے کہ قضیہ شرطیہ سے بھی الفاظ مفردہ کے ساتھ تعبیر کرنا ممکن ہے مثلاً "**ھذا ملزوم لذلک**" شرطیہ متصلہ میں اور "**ھذامعاند لذلک**" شرطیہ منفصلہ میں پس اگر مفرد سے مفرد بالفعل یا مفرد بالقوہ مراد ہو تو پھر قضیہ شرطیہ بھی انحلال کے بعد قضیہ حملیہ میں داخل ہو جائے گا؟

پس اولی یہ ہے کہ تعریف سے "انحلال" کی قید حذف کر دی جائے اور یوں کہا جائے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ اگر مفرد ہوں تو قضیہ حملیہ ہوگا ورنہ شرطیہ اور یہ مطلوب اس کے ساتھ موافق ہو جائے گا، شیخ نے شفاء میں ذکر کیا ہے۔

وقیل صوابہ: ص ۱۴۱۔

بعض لوگوں نے قضیہ حملیہ اور شرطیہ کی تعریف اس انداز سے کی ہے کہ قضیہ اگر دو قضیوں کی طرف منحل ہو تو وہ قضیہ شرطیہ ہے اور اگر دو قضیوں کی طرف منحل نہ ہو تو وہ قضیہ حملیہ ہے چاہے دو مفردوں کی طرف منحل ہو یا ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف منحل ہو لہذا "**زید ابوہ قائم**" قضیہ حملیہ ہے کیونکہ اس کا انحلال ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف ہوتا ہے۔

لیکن شارح فرماتے ہیں کہ یہ تعریف درست نہیں ہے دو وجہوں سے۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے جو پہلے وارد ہوتا تھا یعنی "زید عالم" قضیہ حملہ

ہے اس پر یہ بھی صادق ہوتا ہے کہ "زید عالم یضادہ زید لیس بعالم "یعنی تاویل کے بعد اس کا انحلال دو قضیوں کی طرف ہوتا ہے تو یہ قضیہ شرطیہ ہونا چاہئے حالانکہ یہ قضیہ حملیہ ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے قضیہ شرطیہ کی طرفین درحقیقت قضیہ ہی نہیں بلکہ مفرد کے حکم میں ہیں کیونکہ حروف شرط اور جزاء نے اطراف کو قضیہ ہونے سے نکال دیا کیونکہ قضیہ وہ ہوتا ہے جس میں صدق اور کذب کا احتمال موجود ہو اور قضیہ کے طرفین جب تک قضیہ کے طرفین رہتے ہیں اس وقت تک اس میں صدق اور کذب کا احتمال باقی نہیں رہتا البتہ ان کو قضیہ مجازاً کہا جاتا ہے یعنی اگر اس کے طرفین میں حکم کا اعتبار کیا جائے تو وہ قضیہ ہوں گے لیکن قضیہ شرطیہ کے طرفین جب تک قضیہ کے طرفین رہتے ہیں اس وقت وہ قضیہ نہیں ہوتے نہ ترکیب کے وقت اور نہ ترکیب کے بعد۔

قال والشرطية امامتصلة وهي التي يحكم فيها بصدق قضية او لاصدقها على تقدير صدق قضية اخرى كقولنا ان كان هذا انسانا فهو حيوان وليس ان كان هذا انسانا فهو جماد وامامنفصلة وهي التي يحكم فيها بالتنافي بين القضيتين في الصدق والكذب معا اوفي احدهما فقط اوبنفيه كقولنا اما ان يكون هذاالعدد زوجا اوفردا وليس اماان يكون هذا الانسان حيوانا اواسود. ص ۱۴۲

ترجمہ: اور شرطیہ یا متصلہ ہے اور وہ یہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق یا لاصدق کا حکم لگایا گیا ہو دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر جیسے ہمارا قول "ان كان هذا انسانا فهو حيوان" اور "ليس ان كان هذا انسانا فهو جماد" اور یا منفصلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس میں دو قضیوں کے درمیان صدق و کذب دونوں یا ان میں سے ایک کے تنافی یا نفی تنافی کا حکم لگایا ہو جیسے ہمارا قول "اما ان يكون هذا العدد زوجا اوفردا" اور "ليس اماان يكون هذا الانسان

حیوانا او اسود۔

تشریح: شرطیہ کی اقسام:

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منفصلہ۔

متصلہ کی تعریف: قضیہ متصلہ وہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق یالاصدق کا حکم لگایا ہو دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر۔

پھر متصلہ کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ موجبہ جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم لگایا ہو دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر جیسے "ان کان زید انسانا کان حیوانا" یہاں زید پر حیوانیت کا حکم لگایا ہے اس کی انسانیت کے صدق کی تقدیر پر یعنی اگر زید انسان ہے تو حیوان ہوگا۔

متصلہ سالبہ: کہ ایک قضیہ کے سلب کا حکم لگایا ہو دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر جیسے "لیس البتة ان کان هذا انسانا فهو جماد"

اس قضیہ میں زید پر جماد نہ ہونے کا حکم لگایا ہے اس کے انسان ہونے کی تقدیر پر۔

قضیہ منفصلہ کی تعریف: قضیہ منفصلہ وہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں یا صرف صدق میں یا صرف کذب میں۔

قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) منفصلہ حقیقیہ (۲) منفصلہ مانعۃ الجمع (۳) منفصلہ مانعۃ الخلو۔

منفصلہ حقیقیہ کی تعریف: منفصلہ حقیقیہ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں یعنی نہ دونوں قضیے

صادق ہوسکتے ہیں اور دونوں کاذب ہوسکتے ہیں جیسے ''ھذا العدد اما زوج واما فرد'' یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی ہو یعنی دونوں صادق نہیں ہوسکتے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ عدد نہ زوج ہو اور نہ فرد ہو یعنی دونوں کاذب بھی نہیں ہوسکتے۔

مانعۃ الجمع کی تعریف: مانعۃ الجمع وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صرف صدق میں یعنی دونوں قضیے بیک وقت صادق نہیں ہوسکتے ہاں دونوں کاذب ہوسکتے ہیں جیسے ''ھذا الشیء اما شجر او حجر'' یہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک چیز درخت بھی ہو اور پتھر بھی ہو یعنی دونوں صادق نہیں ہوسکتے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ نہ درخت ہو اور نہ پتھر ہو بلکہ کپڑا ہو۔

مانعۃ الخلو کی تعریف: مانعۃ الخلو وہ قضیہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صرف کذب میں یعنی دونوں قضیے کاذب نہیں ہوسکتے ہاں دونوں صادق ہوسکتے ہیں جیسے ''ھذا الشیء اما لاشجر واما لاحجر'' یہ دونوں کاذب نہیں ہوسکتے کہ لاشجر بھی نہ ہو بلکہ شجر ہو اور لاحجر بھی نہ ہو بلکہ حجر ہو ورنہ ایک چیز کا شجر اور حجر ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے اور ہاں دونوں جمع ہوسکتے ہیں کہ لاشجر بھی ہو اور لاحجر بھی جیسے ''کپڑا'' کیونکہ کپڑا لاشجر بھی ہے اور لاحجر بھی۔

یہ موجبہ کی مثالیں ہوگئیں سالبہ کی مثالیں آپ خود کتاب میں حل کرسکتے ہیں۔

قال الفصل الاول فی الحملیة وفیه اربعۃمباحث البحث الاول فی ا جزائها واقسامها والحملیة انمایتحقق باجزاء ثلثه المحکوم علیه ویسمی موضوعا والمحکوم به ویسمی محمولا وبینهما نسبة بهایرتبط المحمول بالموضوع واللفظ الدال علیها تسمی رابطة کهو فی قولنا زید هوعالم ویسمی القضیة ح

ثلاثية وقد يحذف الرابطة فی بعض اللغات لشعور الذهن بمعناها والقضية تسمی ح ثنائية. ص ۱۴۵

ترجمہ: پہلی فصل حملیہ کے بیان میں میں ہے اور اس میں چار بحثیں ہیں پہلی بحث حملیہ کے اجزاء اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے قضیہ حملیہ تین اجزاء سے متحقق ہوتا ہے یعنی محکوم علیہ جس کو موضوع کہتے ہیں، محکوم بہ جس کو محمول کہتے ہیں اور دونوں کے درمیان نسبت جس کی وجہ سے محمول کو موضوع کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے اور جو لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اس کو نسبت رابطی کہتے ہیں جیسے "ھو" ہمارے اس قول میں "زید ھو عالم" اس وقت قضیہ کو ثلاثیہ کہا جاتا ہے اور کبھی رابطہ کو بعض زبانوں میں حذف کیا جاتا ہے اس لئے کہ ذہن اس کے معنی کا شعور کر لیتا ہے اور قضیہ اس وقت ثنائیہ کہلاتا ہے۔

تشریح: قضیہ کے اجزاء کا بیان:

قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے (۱) محکوم علیہ اس کو موضوع کہتے ہیں (۲) محکوم بہ اس کو محمول کہتے ہیں (۳) نسبت حکمیہ اس کو نسبت رابطی بھی کہتے ہیں جیسے "زید ھو عالم" اس میں "زید" محکوم علیہ ہے اور "عالم" محکوم بہ ہے اور "ھو" نسبت حکمیہ اور نسبت رابطی ہے۔

جس طرح موضوع اور محمول سے الگ الگ لفظوں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اسی طرح نسبت حکمیہ سے بھی الگ لفظ کے ساتھ تعبیر ہونا چاہئے۔

پس اگر قضیہ میں نسبت حکمیہ پر دلالت کرنے والا لفظ موجود ہو تو اس وقت قضیہ کو ثلاثیہ کہا جاتا ہے کیونکہ تین اجزاء پر مشتمل ہے اور اگر قضیہ میں نسبت رابطی پر دلالت کرنے والا لفظ حذف ہو جیسے "زید عالم" تو اس وقت قضیہ کو ثنائیہ کہا جاتا ہے کیونکہ نسبت رابطی بعض لغات میں حذف کی جاتی ہے مثلاً لغت عرب میں نسبت رابطی غیر زمانی اکثر حذف ہوتی ہے البتہ لغت عجم میں قضیہ

نسبت رابطی کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔

قال وهذه النسبة ان كانت نسبة بها يصح ان يقال ان الموضوع محمول فالقضية موجبة كقولنا الانسان حيوان وان كانت نسبة بهايصح ان يقال ان الموضوع ليس بمحمول فالقضية سالبة كقولنا الانسان ليس بحجر. ص ۱۴۹

ترجمہ: اگر یہ نسبت ایسی ہو جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ موضوع محمول ہے تو قضیہ موجبہ ہوگا جیسے ''الانسان حیوان ''یعنی انسان حیوان ہے اور اگر نسبت ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ موضوع محمول نہیں ہے تو قضیہ سالبہ ہے جیسے ''الانسان لیس بحجر ''انسان پتھر نہیں ہے۔

تشریح: قضیہ موجبہ اور سالبہ کی تعریف:

قضیہ موجبہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کیا گیا ہو جیسے ''انسان حیوان ہے'' اور قضیہ سالبہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری سے چیز سے سلب کیا گیا ہو جیسے ''انسان پتھر نہیں ہے''

شارحؒ نے قضیہ موجبہ اور سالبہ کی تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تعریف قضایا کاذبہ کو شامل نہیں ہے مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ''الانسان حجر ''تو یہ قضیہ موجبہ ہے لیکن موضوع اور محمول کے درمیان جو نسبت ہے وہ صحیح نہیں ہے اسی طرح ''الانسان لیس بحیوان '' یہ قضیہ سالبہ ہے لیکن دونوں کے درمیان جو نسبت ہے وہ صحیح نہیں ہے لہذا قضیہ موجبہ اور سالبہ کی تعریفیں جامع نہ ہوئیں اپنے افراد کو۔

جواب: شارحؒ نے اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ

جب قضیہ میں حکم یہ ہو کہ موضوع محمول ہے یا موضوع محمول نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جب قضیہ میں ایقاع کا حکم ہو تو موجبہ ہے اور اگر انتزاع کا حکم ہو تو یہ سالبہ ہے،

پہلے جواب میں لفظ حکم وقوع اور لا وقوع کے معنی میں ہے اور دوسرے جواب میں لفظ حکم تصدیق کے معنی میں ہے۔

لیکن اس کا صاف اور آسان جواب یہ ہے کہ نفس لفظ کے اعتبار سے ''الانسان حجر'' قضیہ موجبہ ہے اور ''الانسان لیس بحیوان'' قضیہ سالبہ ہے قطع لحاظ حقیقت اور نفس الامر سے۔

قال وموضوع الحملية انكان شخصا معينا سميت مخصوصة وشخصيةوان كان كليافان بين فيها كمية افراد ماصدق عليه الحكم ويسمى اللفظ الدال عليها سورا سميت محصورة ومسورة وهى اربع لانه ان بين فيها ان الحكم على كل الافراد فهى الكلية وهى اماموجبة وسورها كل كقولنا كل نار حارة واماسالبة وسورها لاشىء ولاواحد كقولنا لاشىء ولاواحد من الناس بجماد وان بين فيها ان الحكم على بعض الافراد فهى الجزئية وهى اماموجبة وسورها بعض وواحد كقولنا بعض الحيوان اوواحدمن الحيوان انسان واماسالبة وسورها ليس كل وليس بعض وبعض ليس كقولنا ليس كل حيوان انسان وليس بعض الحيوان بانسان وبعض الحيوان ليس بانسان. ص ١٥٠

ترجمہ: اگر قضیہ حملیہ کا موضوع شخص معین ہو تو اس قضیہ کو مخصوصہ اور شخصیہ کہا جاتا ہے اور اگر کلی ہو پس اگر اس میں اس چیز کے افراد کی کمیت (مقدار) بیان کی گئی ہو جس پر حکم صادق ہوتا ہے اس کو محصورہ اور مسورہ کہا جاتا ہے اور اس پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اس کو سور کہا جاتا ہے محصورات کل چار ہیں کیونکہ اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم تمام افراد پر ہے تو یہ کلیہ ہے یا موجبہ ہوگا اور اس کا

سورلفظ "کل" ہے جیسے "کل نار حارۃ" یا سالبہ ہوگا اور اس کا سور لفظ "لاشیء اور لاواحد" ہے جیسے "لاشیء ولاواحد من الناس بجماد" اور اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم بعض افراد پر ہے تو یہ جزئیہ ہے یا موجبہ ہوگا اور اس کا سور "بعض اور واحد" ہے جیسے "بعض الحیوان اوواحد من الحیوان انسان" یا سالبہ ہوگا اور اس کا سور "لیس کل، لیس بعض، اور بعض لیس" ہے جیسے "لیس کل حیوان انسان، ولیس بعض الحیوان بانسان وبعض الحیوان لیس بانسان۔

تشریح: قضیہ حملیہ کی تقسیم موضوع کے اعتبار سے:

قضیہ حملیہ کا موضوع اگر جزئی ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ اور مخصوصہ کہتے ہیں شخصیہ اس لئے کہتے ہیں کہ موضوع شخص معین ہے اور مخصوصہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا موضوع خاص ہے جیسے "زید انسان وزید لیس بحجر"۔

اور اگر قضیہ حملیہ کا موضوع کلی ہو پس اگر اس میں افراد کی کمیت یعنی مقدار بیان کی گئی ہو تو اس کو قضیہ محصورہ اور مسورہ کہتے ہیں۔

محصورات کی چار قسمیں ہیں (۱) موجبہ کلیہ (۲) سالبہ کلیہ (۳) موجبہ جزئیہ (۴) سالبہ جزئیہ۔

موجبہ کلیہ کی تعریف: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع کے تمام افراد کیلئے ثابت ہو اور اس کا سور لفظ "کل" ہے جیسے "کل انسان حیوان"

سالبہ کلیہ کی تعریف: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع کے تمام افراد سے سلب کیا گیا ہو اور اس کا سور لفظ "لاشیء اور لاواحد" ہے جیسے "لاشیء ولاواحد من الانسان بجماد" کوئی انسان جماد نہیں ہے۔

موجبہ جزئیہ کی تعریف: موجبہ جزئیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع کے بعض

افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہو اور اس کا سور لفظ ''بعض اور واحد'' ہے جیسے ''بعض الحیوان انسان''

سالبہ جزئیہ کی تعریف: سالبہ جزئیہ وہ قضیہ جس میں محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد سے سلب کیا گیا ہو اور اس کا سور (۱) لیس کل (۲) بعض لیس (۳) اور لیس بعض ہیں جیسے ''لیس کل حیوان انسان''

قال وان لم يبين فيها كمية الافراد فان لم تصلح لان تصدق كلية وجزئية سميت القضية طبعية كقولنا الحيوان جنس والانسان نوع وان صلحت لذلك سميت مهملة كقولنا الانسان في خسر والانسان ليس في خسر

ترجمہ: اور اگر اس قضیہ میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو پس اگر وہ کلی اور جزئی طور پر صادق آنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اسے قضیہ طبعیہ کہتے ہیں جیسے ''الحیوان جنس'' اور ''الانسان نوع'' اور اگر اس کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے قضیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے ''الانسان فی خسر''

تشریح: قضیہ طبعیہ کی تعریف:

قضیہ طبعیہ وہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع کی ذات اور طبعیت پر لگایا گیا ہو افراد پر نہ ہو جیسے ''الانسان حیوان'' یہاں پر حیوانیت کا حکم موضوع کی طبیعت پر لگایا گیا ہے۔

قضیہ مہملہ کی تعریف: قضیہ مہملہ وہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع کے افراد کیلئے ثابت ہو لیکن اس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو جیسے ''الانسان فی خسر'' یعنی افراد انسان خسارے میں ہیں کیونکہ طبعیت اور حقیقت خسارے میں نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قضیہ حملیہ باعتبار موضوع چار قسم پر ہے۔

کیونکہ قضیہ حملیہ کا موضوع اگر جزئی ہو تو قضیہ شخصیہ ہے اور اگر کلی ہو پس اگر حکم نفس طبعیت پر ہو

تو قضیہ طبعیہ ہے اور اگر حکم افراد پر ہو پس اگر افراد کی مقدار کلاً یا بعضاً بیان کی گئی ہو تو قضیہ محصورہ ہے اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو تو قضیہ مہملہ ہے۔

شیخ نے شفاء میں شخصیہ، محصورہ اور مہملہ کو ذکر کیا ہے اور طبعیہ کو بالکل ذکر نہیں کیا، متاخرین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ آپ کی اس تقسیم سے تو قضیہ طبعیہ نکل جاتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ نے ان قضایا کو ذکر کیا ہے جن کا اعتبار ہے علوم میں اور قضیہ طبعیہ کا علوم میں کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے اس کے خارج ہونے سے اعتراض بھی لازم نہیں ہوتا۔

قال وهی فی قوة الجزئية لانه متى صدق الانسان فی خسر صدق بعض الانسان فی خسر وبالعكس.

ترجمہ: مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہے کیونکہ جب "الانسان فی خسر" صادق ہوگا تو بعض الانسان فی خسر بھی صادق ہوگا اور اس کا برعکس بھی صادق ہوگا۔

تشریح: قضیہ مہملہ قضیہ جزئیہ کے حکم میں ہے یعنی جب مہملہ صادق ہوگا تو جزئیہ بھی صادق ہوگا اور جب جزئیہ صادق ہوگا تو مہملہ بھی صادق ہوگا مثلاً "الانسان فی خسر" جب کہا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ انسان کے افراد خسارے میں ہیں چاہے کل ہوں یا بعض اور جب "بعض الانسان فی خسر" کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بعض افراد خسارے میں ہیں دونوں صورتوں میں بعض افراد کیلئے حکم ثابت ہے اور یہی مطلب ہے قضیہ جزئیہ اور مہملہ کے تلازم کا۔

قال البحث الثانی فی تحقیق المحصورات الاربع قولنا کل ج ب يستعمل تارة بحسب الحقيقة ومعناه ان كل مالووجد كان ج من الافراد الممكنة فهو بحيث لووجد كان ب ای كل ماهو ملزوم ج فهو ملزوم ب وتارة بحسب

الخارج ومعناه کل ج فی الخارج سواء کان حال الحکم اوقبله اوبعده فھو ب فی الخارج. ص ۱۵۸

ترجمہ: دوسری بحث محصورات اربعہ کے بیان میں ہے ہمارا قول کل ج ب کبھی حقیقت کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ممکنہ میں سے جو فرد بھی موجود ہو کر ''ج'' ہو تو وہ پائے جانے کی حیثیت سے ''ب'' ہوگا یعنی جو بھی ''ج'' کا ملزوم ہو تو وہ ''ب'' کا بھی ملزوم ہے اور کبھی بحسب الخارج مستعمل ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خارج میں ''ج'' ہو خواہ حکم کی حالت میں ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد ہو وہ خارج میں ''ب'' ہوگا۔

تشریح: مناطقہ کی عادت جاری ہے کہ قضیہ حملیہ کے موضوع سے تعبیر کرتے ہیں ''ج'' کے ساتھ اور محمول سے تعبیر کرتے ہیں ''ب'' کے ساتھ چنانچہ جب وہ موجبہ کلیہ سے تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں ''کل ج ب'' یعنی ''کل انسان حیوان'' سے مختصر الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اس طرح تعبیر کرنے کے دو فائدے ہیں (۱) یہ طریقہ مختصر ہے (۲) یہ کہ اس سے ایک وہم کا ازالہ بھی مقصود ہے وہ وہم یہ ہے کہ مناطقہ جب بھی کوئی مثال دینا چاہتے ہیں تو موضوع اور محمول کیلئے انسان ہی کو استعمال کرتے ہیں گویا کہ اس کے علاوہ مثال کیلئے کوئی اور لفظ ہے ہی نہیں تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے مناطقہ نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

فاذا قلنا کل ج ب فھناک امران:

''کل ج ب'' میں عقلی طور پر چار احتمالات بنتے ہیں (۱) موضوع اور محمول دونوں میں مفہوم مراد ہو یعنی مفہوم ''ج'' بعینہ مفہوم ''ب'' ہو شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال باطل ہے کیونکہ پھر ''ج اور ب'' لفظین مترادفین ہو جائیں گے اور یہ حمل فی المعنی نہ ہوگا بلکہ صرف حمل فی اللفظ ہوگا جیسے کہا جاتا ہے ''الغضنفر الاسد'' اس صورت میں حمل فی اللفظ ہے لیکن حمل فی المعنی نہیں ہے

حالانکہ قضیہ محصورہ سے مقصود حمل فی المعنی ہوتا ہے۔

(۲) موضوع کی جانب میں مصداق مراد ہو اور محمول کی جانب میں مفہوم مراد ہو یعنی مفہوم ''ب'' مصداقِ ''ج'' ہے اور یہ احتمال صحیح ہے اب ''کل ج ب'' کا معنی ہے ہر وہ فرد جو ''ج'' کا مصداق ہے وہ ''ب'' کا مفہوم ہے اب ''کل انسان حیوان'' کا معنی ہے حیوان کا مفہوم انسان کے مصداق (یعنی افراد) کیلئے ثابت ہے۔

(۳) موضوع سے مصداقِ موضوع مراد ہو اور محمول سے مصداقِ محمول مراد ہو اور معنی یہ ہو کہ مصداق ''ج'' کیلئے مصداقِ ''ب'' ثابت ہے یہ احتمال بھی باطل ہے کیونکہ یہ بات تو پہلے سے ثابت ہے کہ مصداقِ ''ج'' مفہوم ''ب'' ہے اب اگر مصداقِ ''ب'' بھی ''مصداقِ ''ج'' ہو جائے تو ''ج'' اور ''ب'' دونوں ایک دوسرے کے عین ہو جائیں گے اور ''ب'' کا ثبوت ''ج'' کیلئے ضروری ہو جائے گا کیونکہ شیء کا اپنے نفس کیلئے ثبوت ضروری ہوتا ہے لہٰذا تمام قضایا ضروریہ میں منحصر ہو جائیں گے حالانکہ قضایا ضروریہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ ممکنہ، دائمہ اور مطلقہ عامہ بھی ہیں۔

(۴) موضوع کی جانب میں موضوع کا مفہوم مراد ہو اور محمول کی جانب میں محمول کا مصداق مراد ہو یہ احتمال بھی باطل ہے کیونکہ یہ قضیہ طبعیہ ہو جائے گا اور طبعیہ کا علوم میں اعتبار نہیں ہے۔

قضیہ محصورہ موجبہ کلیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) خارجیہ۔

یعنی قضیہ موجبہ کلیہ کبھی بحسب الحقیقۃ معتبر ہوتا ہے یعنی اس میں حکم حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی بحسب الخارج معتبر ہوتا ہے یعنی اس میں حکم خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے پس جب حقیقت کے اعتبار سے لگایا گیا ہو تو یہ قضیہ حقیقیہ ہے اور اگر حکم خارج کے اعتبار سے لگایا گیا ہو تو اُسے قضیہ خارجیہ کہا جاتا ہے۔

قال والفرق بین الاعتبارین ظاھر فانه لو لم یوجد شیء من المربعات فی الخارج یصح ان یقال کل مربع شکل بالاعتبار الاول دون الثانی ولولم یوجد

شیء من الاشکال فی الخارج الا المربع لم یصح ان یقال کل شکل مربع بالاعتبار الثانی دون الاول . ص ۱۶۸

ترجمہ: دونوں اعتباروں میں فرق ظاہر ہے اس لئے کہ مربعات میں سے کوئی شیٔ اگر خارج میں موجود نہ ہوتو یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر مربع شکل ہے پہلے اعتبار سے نہ کہ دوسرے اعتبار سے اور اگر خارج میں کوئی شکل نہ پائی جائے مربع کے سواتو یہ کہنا صحیح نہ ہے کہ ہر شکل مربع ہے ثانی اعتبار سے نہ کہ پہلے اعتبار سے۔

تشریح: قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ کے درمیان فرق:

اس قال میں مصنفؒ نے قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ کے درمیان فرق ذکر کیا ہے۔

ماقبل میں یہ گزر چکا ہے کہ قضیہ حقیقیہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضا نہیں کرتا ہے چاہے اس کا موضوع خارج میں موجود ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قضیہ حقیقیہ صادق ہوتا ہے اور اگر قضیہ حقیقیہ کا موضوع خارج میں موجود ہوتو حکم صرف افراد خارجیہ پر منحصر نہیں رہے گا بلکہ افراد خارجیہ اور افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود دونوں پر حکم لگایا جاسکتا ہے جبکہ قضیہ خارجیہ میں حکم صرف افراد خارجیہ پر لگایا جاتا ہے افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود (جو ابھی تک موجود نہ ہو) پر نہیں لگایا جاسکتا۔

اس تمہید کے بعد اب سمجھ لیجئے کہ قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ میں فرق یہ ہے کہ قضیہ خارجیہ کے صادق ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کا موضوع خارج میں موجود ہو اور قضیہ حقیقیہ کے صادق ہونے کیلئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ اس کا موضوع خارج میں موجود ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ موضوع خارج میں موجود نہ ہو۔

اب دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔

مادہ افتراقیہ (۱) موضوع اگر خارج میں موجود نہ ہو تو قضیہ حقیقیہ تو صادق ہوگا لیکن قضیہ خارجیہ

صادق نہ ہوگا مثلاً فرض کریں کہ خارج میں مربعات میں سے کوئی چیز موجود نہیں ہے تو اس صورت میں حقیقیہ تو صادق ہوگا کیونکہ قضیہ حقیقیہ کیلئے افراد کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں لیکن قضیہ خارجیہ صادق نہ ہوگا کیونکہ قضیہ خارجیہ کیلئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور یہاں پر فرض کیا گیا ہے کہ موضوع خارج میں موجود نہیں۔

مادہ افتراقیہ (۲) اگر موضوع خارج میں موجود ہو اور حکم صرف افراد خارجیہ پر ہو تو یہ قضیہ خارجیہ ہے لیکن قضیہ حقیقیہ نہیں کیونکہ حقیقیہ میں حکم افراد موجودہ اور ممکنہ مفروضۃ الوجود دونوں پر ہوتا ہے جیسے جتنی شکلیں ہیں ان سب کو موجود میں منحصر فرض کرلیا جائے تو پھر یہ کہنا صحیح ہوگا ''کل شکل مربع ''قضیہ خارجیہ کے اعتبار صحیح ہوگا لیکن قضیہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا کیونکہ ہم نے فرض کرلیا ہے کہ حکم صرف مربع کی تمام اشکال پر خارج میں موجود ہے۔

(۳) مادہ اجتماعی: اور اگر موضوع خارج میں موجود ہو لیکن حکم افراد خارجیہ کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ افراد خارجیہ اور افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود سب کیلئے ثابت ہو تو یہ قضیہ حقیقیہ بھی ہے اور خارجیہ بھی جیسے ''کل انسان حیوان ''یعنی انسان کے جو افراد موجود ہیں اور جو مفروض الوجود ہیں سب کیلئے حیوانیت ثابت ہے۔

قال وعلی ھذا فقس المحصورات الباقیہ ص ۱۷۰

ترجمہ: اسی پر باقی محصورات کو قیاس کریں۔

تشریح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب محصورہ موجبہ کلیہ کا مفہوم آپ کی سمجھ میں آگیا تو باقی محصورات یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کو اسی پر قیاس کرو۔

یعنی جس طرح قضیہ محصورہ موجبہ موضوع کے اعتبار سے حقیقیہ اور خارجیہ کی طرف منقسم ہوتا ہے اسی طرح باقی محصورات بھی موضوع کے اعتبار سے حقیقیہ اور خارجیہ ہو سکتے ہیں کیونکہ قضیہ موجبہ

کلیہ میں جو امور کلاً معتبر ہوتے ہیں وہ موجبہ جزئیہ میں بعضاً معتبر ہوں گے اسی طرح جب موجبہ کلیہ میں حکم ایجاباً ہوتا ہے تو سالبہ میں رفع ایجاب ہوگا، سالبہ کلیہ میں رفع ایجاب کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ میں رفع ایجاب عن بعض الافراد ہوگا۔

قال البحث الثالث فی العدول والتخصیص حرف السلب ان کان جزء امن الموضوع کقولنا اللاحی جماد اومن المحمول کقولنا الجماد لاعالم اومنهما جمیعا سمیت القضیة معدولة موجبة کانت اوسالبة وان لم یکن جزء الشیء منهما سمیت محصلة ان کانت موجبة وبسیطة ان کانت سالبة ۱۷۱.

ترجمہ: کہا بحث ثالث عدول اور تحصیل کے بیان میں ہے، حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے "اللاحی جماد" یا محمول کا جزء ہو جیسے "الجماد لاعالم" یا دونوں کا جزء ہو تو اس قضیہ کو معدولہ کہتے ہیں چاہے موجبہ ہو یا سالبہ اور اگر حرف سلب دونوں میں سے کسی کا جزء نہ ہو تو اس قضیہ کو محصلہ کہتے ہیں اگر موجبہ ہو اور بسیطہ ہے اگر سالبہ ہو۔

تشریح: معدولہ اور محصلہ کا بیان:

جب قضیہ میں حرف سلب موضوع کا جزء ہو یا محمول کا جزء ہو یا دونوں کا جزء ہو تو اس کو قضیہ معدولہ کہتے ہیں پہلی صورت میں معدولۃ الموضوع ہے جیسے "اللاحی جماد" دوسری صورت میں معدولۃ المحمول ہے جیسے "الجماد لاعالم" اور تیسری صورت میں معدولۃ الطرفین ہے جیسے "اللاحی لاعالم"۔

اس قضیہ کو معدولہ اس لئے کہتے ہیں کہ حرب سلب اصل میں وضع کیا گیا ہے نسبت کو سلب کرنے کیلئے لیکن جب حرف سلب موضوع کا جزء بن گیا ہے اس کیلئے کوئی چیز ثابت کردی گئی یا محمول کا جزء کا بن گیا اور وہ کسی چیز کیلئے ثابت کیا گیا تو حرف سلب نے اپنے موضوع اصلی سے عدول

کیا غیر کی طرف اس لئے اس کو معدولہ کہتے ہیں۔

اور اگر حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء نہ ہو تو پھر اس قضیہ کو محصلہ کہا جاتا ہے چاہے موجبہ ہو یا سالبہ جیسے ''زید قائم وزید لیس بقائم'' اس قضیہ کو محصلہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب حرف سلب موضوع یا محمول کا جزء نہیں ہے تو موضوع اور محمول دونوں وجودی اور محصَّل ہیں اور کبھی محصلہ خاص ہوتا ہے موجبہ کے ساتھ اور سالبہ کو بسیطہ کہتے ہیں کیونکہ بسیطہ اس کو کہتے ہیں جس کا جزء نہ ہو اور حرف سلب اگرچہ قضیہ میں موجود ہے لیکن موضوع یا محمول کا جزء نہیں ہے اس لئے اس کو بسیطہ کہا جاتا ہے۔

والاعتبار بایجاب القضیة وسلبها بالنسبة الثبوتیة والسلبیة لابطرفی القضیة فان قولنا کل مالیس بحی فهو لاعالم موجبة مع ان طرفیها عدمیان وقولنا اللاشیء من المتحرک بساکن سالبة مع ان طرفیهاوجودیان. ۱۷۳

ترجمہ: اور اعتبار قضیہ کے موجبہ یا سالبہ ہونے میں نسبت ثبوتی اور سلبی کا ہے نہ کہ قضیہ کے طرفین کا چنانچہ ہمارا قول ''کل مالیس بحی فهو لاعالم'' موجبہ ہے حالانکہ اس کے دونوں طرفین عدمی ہیں اور ہمارا قول ''لاشیء من المتحرک بساکن'' یہ قضیہ سالبہ ہے حالانکہ اس کے دونوں طرفین وجودی ہیں۔

تشریح: قضیہ معدولہ چونکہ حرف سلب پر مشتمل ہوتا ہے تو یہاں پر یہ وہم ہوتا ہے کہ جس قضیہ میں حرف سلب ہو تو سالبہ ہوتا ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قضیہ معدولہ موجبہ بھی ہوتا ہے اور سالبہ بھی تو مصنفؒ نے اس کیلئے اصول بیان کر دیا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا مدار حرف سلب کے موجود ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس کا دارومدار نسبت پر ہے پس اگر قضیہ میں نسبت ثبوتی موجود ہو تو قضیہ موجبہ ہے اگرچہ اس کے طرفین حرف سلب پر مشتمل ہوں جیسے ''کل مالیس بحی

فهو لاعالم" یہ قضیہ موجبہ ہے حالانکہ اس کی دونوں طرفین عدمی ہیں لیکن نسبت ثبوتی ہے لہذا یہ قضیہ موجبہ کہلاتا ہے۔

اور اگر قضیہ میں نسبت سلبی موجود ہو تو قضیہ سالبہ کہلاتا ہے اگرچہ طرفین وجودی ہوں جیسے "لاشیء من المتحرک بساکن" اس قضیہ میں متحرک سے سکون کی نسبت کی نفی کی جا رہی ہے لہذا یہ قضیہ سالبہ ہے۔

قال والسالبة البسيطة اعم من الموجبة المعدولة المحمول لصدق السلب عند عدم الموضوع دون الايجاب فان الايجاب لايصح الاعلى موجود محقق كمافى الخارجية الموضوع اوبمقدر كمافى الحقيقية الموضوع اما اذاكان الموضوع موجودا فانهما متلازمان والفرق بينهما فى اللفظ امافى الثلاثية فالقضية موجبة ان قدمت الرابطة على حرف السلب وسالبة ان اخرت عنها وامافى الثنائية فبالنية اوبالاصطلاح على تخصيص لفظ "غير" او"لا" بالايجاب العدول ولفظ "ليس" بالسلب البسيط اوبالعكس. ص ۱۷۴

ترجمہ: کہا کہ موجبہ بسیطہ عام ہے موجبہ معدولۃ المحمول سے کیونکہ سلب صادق ہوتا ہے موضوع نہ ہونے کی صورت میں نہ کہ ایجاب کیونکہ صحیح نہیں ہوتا مگر موجود محقق پر جیسے خارجیۃ الموضوع میں ہوتا ہے یا موجود مقدر پر جیسے حقیقیۃ الموضوع میں ہوتا ہے اور جب موضوع موجود ہو تو بسیطہ اور معدولہ دونوں متلازم ہیں اور ان دونوں میں لفظی فرق پس ثلاثیہ میں یہ ہے کہ جب حرب رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو تو یہ موجبہ ہے اور اگر رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو تو یہ سالبہ ہے اور ثنائیہ میں فرق نیت سے ہوگا یا لفظ غیر اور لا کو موجبہ معدولہ کے ساتھ اور لفظ لیس کو سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح کے ذریعہ سے ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں فرق:

اس قال میں مصنفؒ نے سالبہ بسیطہ مثلاً "زید لیس بقائم" اور موجبہ معدولۃ المحمول مثلاً "زید لاقائم" کے درمیان فرق ذکر کیا ہے۔

دونوں کے درمیان دو طرح کا فرق ہے فرق معنوی اور فرق لفظی۔

فرق معنوی: فرق معنوی اس طرح ہے کہ سالبہ بسیطہ، موجبہ معدولۃ المحمول سے عام ہے کیونکہ سالبہ کیلئے موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور موجبہ کیلئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے لہذا دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

اگر سالبہ کا موضوع خارج میں موجود ہو تو اس وقت سالبہ بھی صادق ہوتا ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول بھی صادق ہوتا ہے لیکن جب موضوع خارج میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں سالبہ صادق ہوتا ہے لیکن موجبہ معدولۃ المحمول صادق نہیں ہوتا۔

دونوں کے درمیان لفظی فرق:

دونوں کے درمیان لفظی فرق یہ ہے کہ اگر قضیہ ثلاثیہ ہو یعنی رابطہ لفظوں میں مذکور ہو جیسے "زید ھو لیس بقائم" پس اگر رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو تو یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہوگا اور اگر حرف سلب مقدم ہو اور رابطہ مؤخر ہو تو یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہوگا جیسے "زید لیس ھو بقائم"۔

اور اگر قضیہ ثنائیہ ہو یعنی حرف سلب لفظوں میں موجود نہ ہو پھر دونوں کے درمیان فرق یا نیت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر متکلم نے قضیہ معدولۃ المحمول کی نیت کی ہو تو قضیہ معدولہ ہوگا اور اگر سالبہ بسیطہ کی نیت کی ہو تو سالبہ بسیطہ ہوگا۔

نیز اصطلاح سے بھی دونوں کے درمیان فرق معلوم کیا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ لفظ "غیر" اور "لا" موجبہ معدولۃ المحمول کے ساتھ خاص کیا جائے اور لفظ "لیس" سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص

کیا جائے یا اس کا عکس کیا جائے۔

قال البحث الرابع فی القضایا الموجهة لابد لنسبة المحمول الی الموضوع من کیفیة ایجابیة کانت النسبة اوسلبیة کالضرورة واللاضرورة والدوام واللادوام وتسمی تلک الکیفیة مادة القضیة واللفظ الدال علیها یسمی جهة القضیة ۱۸۰

ترجمہ: فرماتے ہیں چوتھی بحث قضایا موجہہ کے بیان میں ہے، محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہو رہی ہے وہ ضرور بالضرور مکیف ہوگی کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ چاہے نسبت ایجابی ہو یا سلبی جیسے ضرورت اور لاضرورت، دوام اور لا دوام اسی کیفیت کو مادہ قضیہ کہا جاتا ہے اور جو لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے اس کو جہت قضیہ کہا جاتا ہے۔

تشریح: قضایا موجہہ کا بیان:

عبارت کی تشریح کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان کیلئے تین قسم کا وجود ہوتا ہے۔

(۱) وجود نفس الامری جو کسی معتبر کے اعتبار کا تابع نہیں ہوتا چاہے کوئی اس کا اعتبار کرے یا نہ کرے لیکن وہ نفس الامر اور حقیقت میں موجود ہوتی ہے۔

(۲) وجود ذہنی اور وجود عقلی جو معتبر کے اعتبار کا تابع ہے یعنی جب کوئی اس کا اعتبار کرے کہ وہ عقل اور ذہن میں موجود ہے۔

(۳) وجود لفظی یعنی جب اس کا تلفظ کیا جائے۔

اسی طرح جب محمول کی نسبت موضوع کی طرف ہو رہی ہے چاہے نسبت ایجابی ہو، یا سلبی مثلاً "کل انسان حیوان بالضرورة" اس میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ہو رہی

ہے اس کے بھی تین وجود ہیں۔

(۱) اس نسبت کا وہ وجود جو واقع اور نفس الامر میں ثابت ہے اور یہ وجود معتبر کے اعتبار کا تابع نہیں ہوتا۔

(۲) اس نسبت کا وہ وجود جو عقل میں ثابت ہے اور یہ وجود معتبر کے اعتبار کا تابع ہے۔

(۳) اس نسبت کا وجود لفظی یعنی جب اس کا تلفظ کیا جائے اور یوں کہا جائے ''کل انسان حیوان'' جب تمہید تمہاری سمجھ میں آ گئی تو اب عبارت کی تشریح پر غور کیجئے۔

ماتن فرماتے ہیں کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہو رہی ہے ضرور بالضرور نفس الامر میں مکیف ہوگی کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ چاہے ضرورت ہو یا لاضرورت، دوام ہو یا لا دوام۔

اسی طرح محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہو رہی ہے عقل میں مکیف ہوگی مذکورہ کیفیتوں میں سے کسی کیفیت کے ساتھ۔

اب اس کیفیت پر دلالت کرنے والا لفظ قضیہ میں مذکور ہوگا یا نہیں اگر کیفیت پر دلالت کرنے والا لفظ قضیہ میں مذکور ہو مثلاً ''کل انسان حیوان بالضرورۃ'' تو اس قضیہ کو موجہ کہا جاتا ہے اور اس نفس الامری کیفیت کو مادۃ القضیہ جبکہ اس کیفیت پر دلالت کرنے والے لفظ کو جہۃ القضیہ کہا جاتا ہے۔

اگر جہت قضیہ مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو اس کو قضیہ موجہ صادقہ کہتے ہیں جیسے ''کل انسان حیوان بالضرورۃ'' اس قضیہ کے اندر لفظ اور عقل میں انسان کیلئے حیوانیت کی کیفیت کو ضروری قرار دیا ہے اور نفس الامر میں بھی انسان کیلئے حیوانیت ضروری ہے تو اس قضیہ کو موجہ صادقہ کہتے ہیں۔

اور اگر جہت القضیہ مادۃ القضیہ کے مطابق نہ ہو تو اس کو قضیہ موجہ کاذبہ کہتے ہیں۔

مثلاً ''کل انسان حیوان لابالضرورۃ'' اس قضیہ میں انسان کیلئے حیوانیت کو لفظوں میں غیر

ضروری قرار دیا ہے حالانکہ نفس الامر میں انسان کیلئے حیوانیت کا ثبوت ضروری ہے تو اس قضیہ کو موجہہ کاذبہ کہا جاتا ہے کیونکہ جہت القضیہ مادۃ القضیہ کے موافق نہیں ہے۔

قال والقضايا الموجهه التي جرت العادة بالبحث عنها وعن احكامها ثلثة عشر قضية منها بسيطة وهي التي حقيقتها ايجاب فقط اوسلب فقط ومنها مركبة وهي التي حقيقتها تركبت من ايجاب وسلب معاً اما البسائط فست الاولى الضرورية المطلقة وهي التي يحكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه مادام ذات الموضوع موجودة كقولنا بالضرورة كل انسان حيوان وبالضرورة لاشيء من الانسان بحجر الثانية الدائمة المطلقة وهي التي يحكم فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه مادام ذات الموضوع موجودة ومثالها ايجابا وسلبا مامر الثالثة المشروطة العامة وهي التي يحكم فيها بضرورة ثبوت المحمول اللموضوع اوسلبه عنه بشرط وصف الموضوع كقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا وبالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتباالرابعة العرفية العامة وهي التي يحكم فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه بشرط وصف الموضوع ومثالها ايجابا مامر الخامسةالمطلقة العامة وهي التي يحكم فيها بثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه بالفعل كقولنا بالاطلاق العام كل انسان متنفس وبالاطلاق العام لاشيء من الانسان بمتنفس السادسة الممكنة العامة وهي التي يحكم فيها بارتفاع الضرورة المطلقة عن الجانب المخالف للحكم كقولنا بالامكان العام كل نار حارة وبالامكان العام لاشيء من النار ببارد.ص ۱۸۴

ترجمہ: فرماتے ہیں قضایا موجہہ کہ ان سے اور ان کے احکام سے بحث کرنے کی عادت جاری ہے تیرہ ہیں ان میں سے بعض بسیطہ ہیں اور بسیطہ وہ ہیں جن کی حقیقت صرف ایجاب یا صرف سلب ہو اور بعض ان میں سے مرکب ہیں اور مرکب وہ ہیں جن کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو بسائط چھ ہیں اول ضروریہ مطلقہ جس میں موضوع کیلئے محمول کا ثبوت یا سلب ضروری ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہے۔

جیسے "بالضرورۃ کل انسان حیوان اور بالضرورۃ لاشیء من الانسان بحجر" دوم دائمہ مطلقہ اور یہ وہ ہے جس میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کیلئے دائمی طور پر لگایا جاتا ہے جب تک موضوع کی ذات موجود رہے اس کی مثال ایجاباً اور سلباً ماقبل میں گزر گئی ہے سوم مشروطہ عامہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری طور پر ثابت کیا جاتا ہے جب تک موضوع کی ذات موصوف ہو وصف عنوانی کے ساتھ جیسے "بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا و بالضرورۃ لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا" چہارم عرفیہ عامہ ہے اور یہ وہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے دائمی طور پر لگایا جاتا ہے جب تک موضوع وصف عنوانی کے ساتھ مشروط ہو، اس کی مثال ایجاباً و سلباً پہلے گزر گئی پنجم مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے بالفعل ثابت کیا جاتا ہے جیسے "بالاطلاق العام کل انسان متنفس وبالاطلاق العام لاشیء من الانسان بمتنفس" ششم ممکنہ عامہ ہے اور یہ وہ ہے جس میں جانبِ مخالف سے ضرورتِ مطلقہ کے ارتفاع کا حکم لگایا جاتا ہے جیسے "بالامکان العام کل نار حارۃ وبالامکان العام لاشیء من النار ببارد"

تشریح: موجہات میں بسائط کا بیان:

موجہات کی دو قسمیں ہیں (۱) بسائط جس کی حقیقت صرف ایجاب ہو جیسے "بالضرورۃ کل انسان حیوان یا صرف سلب ہو جیسے بالضرورۃ لاشیء من الانسان بحجر۔
(۲) مرکبات جن کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو جیسے "کل انسان کاتب بالفعل لادائما" یہ قضیہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہے۔

بسائط کل چھ ہیں:

(۱) ضروریہ مطلقہ۔ ضروریہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہے جیسے "کل انسان حیوان بالضرورۃ" یہ موجبہ کی مثال ہے اور "لاشیء من الانسان بحجر بالضرورۃ" یہ سالبہ کی مثال ہے اس قضیہ کو ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ مشتمل ہے ضرورت پر اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ مقید نہیں ہے وصف عنوانی کے ساتھ۔

(۲) دائمہ مطلقہ۔ دائمہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوتِ محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے دائمی طور پر ثابت کیا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہے جیسے "بالدوام کل انسان حیوان وبالدوام لاشیء من الانسان بحجر" اس قضیہ کو دائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مشتمل ہے دوام پر اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ مقید نہیں ہے وصف عنوانی کی قید کے ساتھ۔

(۳) مشروطہ عامہ۔ مشروطہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک موضوع کی ذات موصوف رہے وصفِ عنوانی کے ساتھ جیسے "بالضرورۃ کل انسان متحرک الاصابع مادام کاتبا وبالضرورۃ لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا" اس قضیہ کو مشروطہ اس لئے کہتے ہیں کہ وصف عنوانی کی قید

کے ساتھ مشروط ہے اور عامہ اس لئے کہتے ہیں یہ مشروطہ خاصہ سے عام ہے۔

(۴) عرفیہ عامہ۔ عرفیہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے دائمی طور پر ثابت کیا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات موصوف رہے وصف عنوانی کے ساتھ جیسے "**دائما کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا و دائما لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا**" اس قضیہ کو عرفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ عرف عام میں اس قضیہ سے یہی معنی مراد لیا جاتا ہے جبکہ سالبہ ذکر کیا جاتا ہے مثلاً جب کہا جاتا ہے "**لاشیء من النائم بمستیقظ**" تو اس کا معنی یہی ہے کہ جب تک وہ سوتا رہتا ہے تو وہ جاگا ہوا نہیں ہوتا اور جب یہ معنی عرف میں لیا جاتا ہے تو اس نام کے ساتھ موسوم ہو گیا اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عرفیہ خاصہ سے عام ہے۔

(۵) مطلقہ عامہ۔ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے بالفعل ثابت کیا گیا ہو جیسے "**کل انسان متنفس بالاطلاق العام ولاشیء من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام**" اس قضیہ کو مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب قضیہ کو مطلق ذکر کیا جائے یعنی اس کو ضرورت، لاضرورت، دوام اور لادوام کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو اس وقت اس سے نسبت کی فعلیت مفہوم ہوتی ہے اور مطلقہ عامہ کے مفہوم کا معنی بھی یہی ہے اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ سے عام ہے۔

(٦) ممکنہ عامہ۔ ممکنہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورت کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو کہ جانب مخالف ضروری نہیں ہے جب جانب مخالف ضروری نہیں تو جانب موجود ممکن ہوگئی جیسے "**کل نار حارة بالامکان العام**" اس مثال میں آگ کیلئے حرارت ثابت کی گئی ہے امکان عام کے ساتھ اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ کیلئے عدم حرارت یعنی برودۃ ضروری نہیں جب آگ کیلئے برودۃ ضروری نہیں تو جانب موجود ممکن ہوگئی یعنی آگ کیلئے حرارت ممکن ہے اور دوسری

مثال میں آگ کیلئے عدم برودۃ کو ثابت کیا گیا ہے لہذا اس کی جانب مخالف یعنی برودۃ ضروری نہیں، جب آگ کیلئے برودۃ ضروری نہیں تو حرارت ممکن ہوگئی۔

قال اما المركبات فسبع الاولى المشروطة الخاصة مع قيد اللادوام بحسب الذات وهي ان كانت موجبة كقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائما فتركيبها من موجبة مشروطة عامه وسالبة مطلقة عامة وان كانت سالبة كقولنابالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما فتركيبها من سالبة مشروطة عامة وموجبة مطلقة عامة ص ۱۹۲.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ مرکبات سات ہیں، پہلا قضیہ مشروطہ خاصہ ہے، اور وہ مشروطہ عامہ ہی ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اگر وہ موجبہ ہو جیسے "بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائما" تو اس کی ترکیب موجبہ مشروطہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو جیسے "بالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما" تو اس کی ترکیب سالبہ مشروطہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

تشریح: مرکبات کا بیان:

مرکبات کل سات ہیں۔

مرکبہ وہ قضیہ کہلاتا ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، ایک قضیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے دوسرے کی طرف لادوام یا لاضرورۃ کے ساتھ اشارہ ہوتا ہے چنانچہ مرکبات کل سات ہیں۔

(۱) مشروطہ خاصہ۔ مشروطہ خاصہ درحقیقت مشروطہ عامہ ہی ہے لیکن لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

مصنفؒ نے مشروطہ خاصہ میں لادوام کو بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ مشروطہ عامہ میں دوام بحسب الوصف ہوتا ہے، اب اگر مشروطہ خاصہ میں لادوام کو بحسب الوصف کے ساتھ مقید کردیا جائے تو اس صورت میں مشروطہ خاصہ میں دوام بحسب الوصف اور لادوام بحسب الوصف دونوں معتبر ہوجائیں گے اور یہ اجتماع متناقضین ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے لادوام کو بحسب الوصف کے ساتھ نہیں بلکہ بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید کردیا۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ قضیہ مرکبہ کا موجبہ یا سالبہ ہونا جزء اول کے اعتبار سے ہوتا ہے پس اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو لادوام یا لاضرورۃ سے سالبہ نکالا جائے گا اور پورا قضیہ موجبہ کہلائے گا اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو لادوام یا لاضرورۃ سے موجبہ نکالا جائے گا اور پورا قضیہ سالبہ کہلائے گا جیسے "بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائما" اس میں پہلا قضیہ مشروطہ عامہ موجبہ ہے اور "لادوام" سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو جیسے" بالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما" تو اس صورت میں یہ قضیہ مشروطہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا۔

قال الثانية العرفية الخاصة وهي العرفية العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات وهي ان كانت موجبة فتركيبها من موجبة عرفية عامة وسالبة مطلقة عامة وان كانت سالبة فتركيبها من سالبة عرفية عامة وموجبة مطلقة عامة ومثالها ايجابا وسلبا مامر. ص ١٩٥

ترجمہ: دوسرا عرفیہ خاصہ ہے، یہ عرفیہ عامہ ہی ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، پس اگر یہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اس کی مثال ایجابا اور سلبا گزر گئی ہے۔

تشریح: عرفیہ خاصہ کی تعریف:

قضیہ عرفیہ خاصہ درحقیقت عرفیہ عامہ ہی ہے لیکن لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، پس اگر پہلا قضیہ (جزء اول) موجبہ ہو تو پھر یہ قضیہ مرکب ہوگا موجبہ عرفیہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے جیسے "بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما ای لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل"۔

اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو پھر اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی جیسے "بالدوام لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لادائما ای کل کاتب متحرک الاصابع بالفعل"

قال الثالثة الوجودية اللاضرورية وهى المطلقة العامة مع قيد اللاضرورة بحسب الذات وهى ان كانت موجبة كقولنا كل انسان ضاحك بالفعل لابالضرورة فتركيبها من موجبة مطلقة عامة وسالبة ممكنة عامة وان كانت سالبة كقولنا لاشىء من الانسان بضاحك بالفعل لابالضرورة فتركيبها من سالبة مطلقة عامةاو موجبة ممكنة عامة ص ١٩٦.

ترجمہ: تیسرا قضیہ وجودیہ لاضروریہ ہے، اور یہ مطلقہ عامہ ہی ہے لاضرورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ، یہ اگر موجبہ ہو جیسے "کل انسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ" تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو جیسے "لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لابالضرورۃ" تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی۔

تشریح: وجودیہ لاضروریہ کی تعریف:

وجودیہ لاضروریہ مطلقہ عامہ ہی ہے لاضرورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ پس اگر یہ قضیہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی جیسے "کل انسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ ای کل انسان ضاحک بالامکان العام" اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی جیسے "لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لابالضرورۃ ای کل انسان ضاحک بالامکان العام"

قال الرابعة الوجودية اللادائمة وهی المطلقة العامة مع قید اللادوام بحسب الذات وهی سواء کانت موجبة اوسالبة یکون ترکیبها من المطلقتین العامتین احدهما موجبة والاخری سالبة ومثالهما ایجابا وسلبا مامر ص ۱۹۸

ترجمہ: وجودیہ لادائمہ یہ مطلقہ عامہ ہی ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ اور یہ چاہے موجبہ ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوگی دونوں میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ اس کی مثال ایجاباً اور سلباً وہ ہے جو گزر چکی۔

تشریح: وجودیہ لادائمہ کی تعریف:

قضیہ وجودیہ لادائمہ مطلقہ عامہ ہے لیکن لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے اور یہ قضیہ چاہے موجبہ ہو یا سالبہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے کیونکہ پہلا قضیہ صراحۃً مطلقہ عامہ ہے اور دوسرا مطلقہ عامہ کی طرف لادوام کے ساتھ اشارہ ہے جیسے "کل انسان ضاحک بالفعل لادائما ای لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل" یا اس کا برعکس ہوگا۔

الخامسة الوقتية وهی التی یحکم فیها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع

اوسلبه عنه في وقت معين من اوقات وجود الموضوع مقيدا باللادوام بحسب الذات وهي ان كانت موجبة كقولنا بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما فتركيبها من موجبة وقتية مطلقة وسالبة مطلقة عامة وان كانت سالبة كقولنا بالضرورة لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع لادائما فتركيبها من سالبة وقتية مطلقة وموجبة مطلقة عامة.ص ۱۹۹

ترجمہ: پانچواں قضیہ وقتیہ ہے اور یہ وہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے ثابت کیا جاتا ہے موضوع کے اوقات میں سے معین وقت میں لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ اور یہ قضیہ اگر موجبہ ہو جیسے "بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما" تو اس کی ترکیب موجبہ وقتیہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو جیسے "بالضرورة لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع لادائما" تو پھر اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

تشریح: وقتیہ کی تعریف: وقتیہ، وقتیہ مطلقہ ہی ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ یعنی وقتیہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری ہو کسی معین وقت میں وجود موضوع کے اوقات میں سے مقید ہو لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔

پس اگر یہ قضیہ موجبہ ہو جیسے "بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما اى لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع" اس کی ترکیب موجبہ وقتیہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

اور اگر یہ قضیہ سالبہ ہو جیسے "بالضرورة لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع

لادائما ای کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بینه وبین الشمس "تو پھر اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

قال السادسة المنتشرة وهی التی یحکم فیها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه فی وقت غیر معین من اوقات وجود الموضوع مقیدا باللادوام بحسب الذات وهی ان کانت موجبة کقولنا بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما فترکیبها من موجبة منتشرة مطلقة وسالبة مطلقة عامة وان کانت سالبة کقولنا بالضرورة ولاشیء من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائما فترکیبها من سالبة منتشرة مطلقة وموجبة مطلقة عامة.

ترجمہ: چھٹا قضیہ منتشرہ ہے اور یہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری طور پر ثابت کیا جاتا ہے وقت غیر معین میں موضوع کے موجود ہونے کے اوقات میں سے اور مقید ہوتا ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، یہ اگر موجبہ ہو جیسے "**بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما**" تو پھر اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو جیسے "**بالضرورة لاشیء من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائما**" تو پھر اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

تشریح: منتشرہ کی تعریف: منتشرہ درحقیقت منتشرہ مطلقہ ہی ہے لیکن لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے یعنی اس قضیہ میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کیلئے ضروری طور پر ثابت کیا جاتا ہے موضوع کے اوقات میں سے کسی غیر معین وقت میں اور مقید ہوتا ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ پس، اگر یہ قضیہ موجبہ ہو جیسے "**بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما**" تو پھر اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ

سے ہوگی اور اگر سالبہ ہو جیسے "بالضرورۃ لاشیء من الانسان بمتنفس فی وقت مالا دائما" تو پھر اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔

السابعة الممكنة الخاصة وهي التي يحكم فيها بارتفاع الضرورة المطلقة عن جانبي الوجود والعدم جميعا وهي سواء كانت موجبة كقولنا بالامكان الخاص كل انسان كاتب اوسالبة كقولنا بالامكان الخاص لاشيء من الانسان بكاتب فتركيبها من ممكنتين عامتين احداهما موجبة والاخرى سالبة والضابطة فيها ان اللادوام اشارة الى مطلقة عامة واللاضرورة اشارة الى ممكنة عامة مخالفتي الكيفية موافقتي الكمية للقضية المقيدة بهما.

ترجمہ: ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ ہے اور یہ وہ قضیہ ہے جس میں جانب وجود اور عدم دونوں سے ضرورت کے مرتفع ہونے کا حکم لگایا گیا ہو اور یہ چاہے موجبہ ہو جیسے "بالامکان الخاص کل انسان کاتب" یا سالبہ ہو جیسے "بالامکان الخاص لاشیء من الانسان بکاتب" تو اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوگی دونوں میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ اور ضابطہ اس میں یہ ہے کہ لادوام سے اشارہ ہوتا ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ سے اشارہ ہوتا ہے ممکنہ عامہ کی طرف جو اس قضیہ کی کیفیت میں مخالف اور کمیت میں موافق ہوں گے جو لادوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید ہے۔

تشریح: ممکنہ خاصہ کی تعریف:

قضیہ ممکنہ خاصہ وہ ہے جس میں جانب وجود اور جانب عدم دونوں سے ضرورت مطلقہ کے ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی نہ جانب وجود ضروری ہے اور نہ جانب عدم ضروری ہے بلکہ جانب وجود اور عدم دونوں ممکن ہیں۔

لفظوں میں تو یہ ایک قضیہ ہوتا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے یہ دو قضیے ہیں، یہ چاہے موجبہ ہو یا سالبہ ہر حال میں دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے جیسے ''بالامکان الخاص کل انسان کاتب'' یعنی انسان کیلئے نہ کتابت ضروری ہے اور نہ عدم کتابت بلکہ کتابت اور عدم کتابت دونوں ممکن ہیں۔

ضابطہ: شارحؒ فرماتے ہیں کہ مرکبات کے بیان میں ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ مرکبہ میں ایک قضیہ صراحۃً ذکر ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف اشارہ ہوتا ہے لا دوام یا لاضرورۃ کے ساتھ لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ سے اشارہ ہے ممکنہ عامہ کی طرف جو اصل قضیہ کے ساتھ کیفیت میں مخالف ہوگا یعنی جو قضیہ صراحۃً ذکر ہے اگر وہ موجبہ ہو تو لا دوام یا لاضرورۃ سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو لا دوام یا لاضرورۃ سے موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا۔

اور کمیت میں اصل قضیہ کے ساتھ موافق ہوگا یعنی اگر اصل قضیہ کلیہ ہو تو لا دوام اور لاضرورۃ سے بھی کلیہ کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو لا دوام اور لاضرورۃ سے بھی جزئیہ کی طرف اشارہ ہوگا۔

قال الفصل الثانی فی اقسام الشرطیة الجزء الاول منها یسمی مقدما والثانی تالیا وهی اما متصلة اومنفصلة اما المتصلة فاما لزومية وهی التی تكون فيها صدق التالی علی تقدير صدق المقدم لعلاقة بينهما يوجب ذلک كالعلية والتضايف واما اتفاقية وهی التی يكون فيها ذلک بمجرد توافق الجزئين علی الصدق كقولنا ان كان الانسان ناطقا فالحمار ناهق واما المنفصلة فاماحقيقية وهی التی يحكم فيها بالتنافی بين جزئيها فی الصدق والكذب معا كقولنا اما ان يكون هذا العدد زوجا اوفردا وامامانعة الجمع وهی التی يحكم فيها

بالتنافی بین الجزئین فی الصدق فقط کقولنا اما ان یکون ھذ الشیء حجرا اوشجرا اومانعة الخلو وھی التی یحکم فیھا بالتنافی بین الجزئین فی الکذب فقط کقولنا اما ان یکون زید فی البحر اولایغرق.

ترجمہ: دوسری فصل قضیہ شرطیہ کی اقسام کے بیان میں ہے قضیہ شرطیہ کے جزء اول کومقدم اور جزء ثانی کوتالی کہتے ہیں اور یہ یا متصلہ ہوگا یامنفصلہ پھر متصلہ یالزومیہ ہوگا اور یہ وہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پرکسی علاقہ کی وجہ سے ہوجواس کوواجب کرے جیسے علیت یا تضایف یا اتفاقیہ ہوگااور یہ وہ ہے جس میں یہ دونوں جزئین کے مجرد متفق ہونے کی بناء پر ہوجیسے اگرانسان ناطق ہےتو گدھاناہق ہےاور منفصلہ یاحقیقیہ ہوگا اور یہ وہ ہے جس میں دونوں اجزاء کے درمیان منافات کاحکم لگایا جاتا ہےصدق اور کذب دونوں میں جیسے یہ عدد یازوج ہوگا یافرد یامانعۃ الجمع ہوگااور یہ وہ ہے جس دونوں اجزاء کے درمیان منافات کاحکم لگاجاتا ہےصرف صدق میں جیسے یہ چیزیا پتھر ہوگی یادرخت یامانعۃ الخلو ہوگا اور وہ یہ ہے جس میں دونوں جزؤں کے درمیان منافات کاحکم لگایاجاتا ہےصرف کذب میں جیسے زیدیادریامیں ہوگایاغرق نہ ہوگا۔

تشریح: قضیہ شرطیہ کا بیان: قضیہ شرطیہ دوقضیوں سے مرکب ہوتا ہےجس میں جزءاول کو مقدم اور جزء ثانی کوتالی کہتے ہیں پھرشرطیہ کی ابتداءً دوقسمیں ہیں (۱) شرطیہ متصلہ (۲) شرطیہ منفصلہ۔

قضیہ شرطیہ متصلہ وہ قضیہ ہے جس میں ایک نسبت کے ثبوت کاحکم لگایا گیا ہو دوسری نسبت کے ثابت ماننے کی تقدیر پر یاایک نسبت کی نفی کاحکم لگایا گیا ہودوسری نسبت کی نفی ماننے کی تقدیر پر پھر متصلہ کی دوقسمیں ہیں (۱) لزومیہ جس میں دونوں اجزاء کے درمیان اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے ہو

اور مناطقہ کی اصطلاح میں علاقہ عبارت ہے علیت یا تضایف سے علیت کا معنی یہ ہے کہ مقدم علت ہو تالی کیلئے جیسے "ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود" طلوع شمس علت وجود نہار کیلئے۔

یا تالی علت ہو مقدم کیلئے جیسے "ان کان النهار موجودا فالشمس طالعة" یہاں تالی یعنی طلوع شمس علت ہے مقدم یعنی وجود نہار کیلئے۔

یا مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں شیء ثالث کیلئے جیسے "ان کان النهار موجودا فالعالم مضیء" وجود نہار اور اضاءتِ عالم دونوں معلول ہیں طلوع شمس کیلئے۔

یا مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ تضایف ہو یعنی ایک کا سمجھنا موقوف ہو دوسرے کے سمجھنے پر جیسے "ان کان زید ابا لعمرو کان عمرو ابناله" گر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو اسکا بیٹا ہوگا۔

(۲) متصلہ اتفاقیہ۔ اتفاقیہ یہ ہے کہ مقدم اور تالی کے درمیان اتصال اتفاقی طور پر ہو جیسے "ان کان زید ناطقا فالحمار ناهق" زید کے ناطق اور حمار کے ناہق کے ہونے کے درمیان اتصال اتفاقی طور پر جمع ہو گیا ہے ورنہ دونوں کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ہے۔

منفصلہ کی تعریف: قضیہ منفصلہ وہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو۔

قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) منفصلہ حقیقیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں یعنی نہ دونوں صادق ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں کاذب ہو سکتے ہیں جیسے "هذا العدد اما زوج واما فرد" ایک ہی عدد ایک وقت میں زوج اور فرد دونوں نہیں ہو سکتا اور نہ دونوں سے خالی ہو سکتا ہے کہ نہ زوج ہو اور نہ فرد۔

(۲) مانعۃ الجمع میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم ہوتا ہے صرف صدق میں یعنی دونوں قضیے صادق (یعنی جمع) نہیں ہو سکتے ہاں دونوں کاذب ہو سکتے ہیں جیسے "هذا

الشیء اما حجر و اماشجر ''ایک چیز بیک وقت شجر اور حجر نہیں ہو سکتی ہاں دونوں سے خالی ہو سکتی ہے کہ نہ شجر ہو اور نہ حجر بلکہ کتاب ہو۔

(۳) مانعۃ الخلو کہ مقدم اور تالی دونوں کاذب نہیں ہو سکتے ہاں دونوں جمع ہو سکتے ہیں جیسے ''زید اماان یکون فی البحر اولایغرق ''یہ دونوں کاذب نہیں ہو سکتے کہ زید دریا میں نہ ہو اور غرق ہو ہاں دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ دریا میں ہو اور غرق نہ ہو بلکہ تیر رہا ہو۔

قال وکل واحد من هذه الثلثة اماعنادية وهي التي تكون التنافي فيها لذاتي الجزئين كمافي الامثلة المذكورة واما اتفاقية وهي التي تكون التنافي فيها بمجرد الاتفاق كقولنا للاسود اللاكاتب اماان يكون هذا اسود او كاتبا حقيقية اولااسود او كاتبامانعة الجمع اواسود او كاتبا مانعة الخلو.

ترجمہ: اوران تینوں قضیوں میں سے ہر ایک یا عنادیہ ہوگا اور وہ یہ ہے جس میں دونوں اجزاء کے درمیان منافات جزئین کی ذات کی وجہ سے ہو جیسے امثلہ مذکورہ میں ہے یا اتفاقیہ ہے جس میں منافات محض اتفاق کی وجہ سے ہو جیسے کسی ''اسود لاکاتب ''کے بارے میں کہا جائے ''اماان یکون هذا اسود او کاتبا ''حقیقیہ کی صورت میں اور'' لااسود او کاتبا ''مانعۃ الجمع میں اور ''اسود اولاکاتبا ''مانعۃ الخلو میں۔

تشریح: عنادیہ اور اتفاقیہ کا بیان:

قضیہ منفصلہ کی تینوں قسمیں یعنی حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے۔

(۱) عنادیہ جس میں دونوں قضیوں کے درمیان منافات جزئین کی ذات کی وجہ سے ہو جیسے حقیقیہ میں ''هذا العدد امازوج اوفرد ''اس میں زوج اور فرد کے درمیان منافات ذات کی وجہ سے ہے اسی طرح مانعۃ الجمع کے اندر یعنی شجر اور حجر کے درمیان منافات جزئین کی ذات کی وجہ سے

ثابت ہے اور مانعۃ الخلو میں ''زید فی البحر و لایغرق'' کے درمیان منافات جزئین کی ذات کی وجہ سے ہے۔

(۲) اتفاقیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات جزئین کی ذات کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر ہو جیسے کوئی آدمی کالا ہو اور کاتب نہ ہو اور آپ اس کے متعلق یہ کہیں ''اما ان یکون ھذا اسود او کاتبا'' اسود اور کاتب کے درمیان منافات ذاتی نہیں ہے لیکن ہم نے فرض کرلیا ہے کہ دونوں کے درمیان منافات ہے لہذا اب اس مفروضہ صورت میں نہ دونوں کاذب ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں صادق ہو سکتے ہیں۔

اور مانعۃ الجمع اتفاقی کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی لا اسود ہو (یعنی کالا نہ ہو بلکہ سفید ہو) اور کاتب نہ ہو تو آپ کہیں ''اما ان یکون ھذا لااسود او کاتبا'' یعنی دونوں جمع نہیں ہو سکتے ہاں دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں کہ لا اسود نہ ہو بلکہ اسود ہو اور کاتب نہ ہو بلکہ لا کاتب ہو۔

اور مانعۃ الخلو اتفاقی کی صورت یہ ہوگی کہ کوئی آدمی اسود ہو اور لا کاتب ہو اور آپ کہیں کہ ''اما ان یکون ھذا اسود او لا کاتبا'' یہ دونوں سے خالی نہیں ہو سکتا ہاں دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ اسود بھی ہو اور لا کاتب بھی ہو۔

قال وسالبة کل واحدة من ھذہ القضایا الثمان ھی التی ترفع فیھا ماحکم بہ فی موجباتھا فسالبة اللزوم تسمی سالبة لزومیة وسالبة العناد تسمی سالبة عنادیة وسالبة الاتفاق تسمی سالبة اتفاقیة.

ترجمہ: ان آٹھ قضایا میں سے ہر ایک کا سالبہ وہ ہے جس میں اس کا رفع ہو جس کا حکم ان کے موجبات میں کیا گیا ہے پس سالبہ لزوم کو سالبہ لزومیہ کہا جائے گا اور سالبہ عناد کو سالبہ عنادیہ اور سالبہ اتفاق کو سالبہ اتفاقیہ کہا جائے گا۔

تشریح: شرطیات سوالب کا بیان:

ماقبل میں قضیہ شرطیہ کی آٹھ قسمیں بیان کی جا چکی ہیں (۱) متصلہ لزومیہ (۲) متصلہ اتفاقیہ (۳) منفصلہ حقیقیہ عنادیہ (۴) منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ (۵) مانعۃ الجمع عنادیہ (۶) مانعۃ الجمع اتفاقیہ (۷) مانعۃ الخلو عنادیہ (۸) مانعۃ الخلو اتفاقیہ۔

لیکن یہ سب کے سب موجبات تھے، اب یہاں سے ان ہی آٹھ قضایا کے سوالب کا بیان فرمارہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان کے سوالب یہ ہیں کہ جس قضیہ موجبہ میں جو حکم ثابت کیا گیا ہے اس حکم کو سلب کر دیا جائے تو یہ سالبہ بن جائے گا۔

متصلہ لزومیہ میں مقدم کیلئے تالی کے لزوم کا حکم ہوتا ہے تو لزومیہ سالبہ میں اس لزوم کا سلب ہوگا اور متصلہ اتفاقیہ میں مقدم کیلئے تالی کی موافقت کا حکم ہوتا ہے تو سالبہ میں اتفاق کا سلب ہوگا۔

عنادیہ میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات اور عناد کو ثابت کیا جاتا ہے تو سالبہ عنادیہ میں اس منافات اور عناد کو سلب کیا جائے گا اور منفصلہ اتفاقیہ میں منافات اور عناد اتفاقی طور پر ثابت کیا جاتا ہے تو سالبہ اتفاقیہ میں اس منافات اور عناد کو سلب کیا جائے گا۔

قال والمتصلة الموجبة تصدق عن صادقين وعن كاذبين وعن مجهول الصدق والكذب وعن مقدم كاذب وتال صادق دون عكسه لامتناع استلزام الصادق الكاذب وتكذبه عن جزئين كاذبين وعن مقدم كاذب وتالي صادق وبالعكس وعن صادقين هذا اذا كانت لزومية واما اذا كانت اتفاقية فكذبها عن صادقين محال. ص ۲۱۵

ترجمہ: قضیہ متصلہ موجبہ صادق ہوتا ہے صادقین سے اور کاذبین سے اور مجہول الصدق والکذب سے اور مقدم صادق اور تالی کاذب سے نہ کہ اس کا عکس کیونکہ صادق کا کاذب کو مستلزم خاصہ ہونا

ممتنع ہے اور کاذب ہوگا جزئین کاذبین سے اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے اور اس کے برعکس اور کاذب ہوگا صادقین سے، یہ اس وقت ہے جب وہ لزومیہ ہو اور اگر اتفاقیہ ہو تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا محال ہے۔

تشریح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا اعتبار اس پر ہے کہ قضیہ میں جو اتصال یا انفصال کا حکم لگایا گیا ہے وہ اگر نفس الامر کے مطابق ہو تو قضیہ صادق ہے اور اگر وہ حکم نفسِ الامر کے مطابق نہ ہو تو قضیہ کاذب ہے چاہے طرفین صادق ہوں یا کاذب یا مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو یا مقدم صادق اور تالی کاذب ہو۔

شارحؒ نے متصلہ موجبہ کے صادق ہونے کی چار صورتیں ذکر کی ہیں۔

(۱) یہ قضیہ صادقین سے مرکب ہو اور قضیہ صادق ہو جیسے "ان کان زید انسانا کان حیوانا" اس قضیہ کے دونوں اجزاء صادق ہیں اور قضیہ بھی صادق ہے۔

(۲) یہ کاذبین سے مرکب ہو یعنی مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں لیکن قضیہ صادق ہو جیسے "ان کان زید حجرا فھو جماد" یہاں پر مقدم اور تالی دونوں کاذب ہیں لیکن قضیہ صادق ہے کیونکہ ہم نے نفس الامر میں زید کو پتھر فرض کر لیا ہے تو جماد بھی ہوگا۔

(۳) ایسے مقدم اور تالی سے مرکب ہو جو صدق و کذب کے اعتبار سے مجہول ہوں جیسے "ان کان زید یکتب فھو یحرک یدہ" اب زید نفس الامر میں متحرک الید ہے یا نہیں اس کے بارے میں جہالت ہے تاہم لکھائی اور ہاتھ کی حرکت میں لزوم ثابت ہے۔

(۴) مقدم کاذب ہو اور تالی صادق جیسے "ان کان زید حمارا کان حیوانا" اس میں زید کا حمار ہونا تو کاذب ہے لیکن حیوان ہونا صادق ہے لیکن جب ہم نے زید کو نفس الامر میں حمار فرض کر لیا تو اس کا حیوان ہونا لازم ہے اور قضیہ صادق ہوگا۔

اور اس کا برعکس کہ مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں صادق کا

کاذب کو مستلزم ہونالازم آتا ہے۔

والمتصلة الموجبة الكاذبة :متصلہ لزومیہ موجبہ کاذبہ کی ترکیب کی بھی چار قسمیں ہیں کیونکہ جب مقدم اورتالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہوتو وہ کاذبہ ہوگا۔

(۱) مقدم اورتالی دونوں کے لزوم کا حکم ہواور مقدم اورتالی دونوں کاذب ہوں اور قضیہ بھی کاذب ہو جیسے"ان كان الخلاء موجودا كان العالم قديما"اس میں مقدم بھی کاذب ہے کیونکہ خلاء موجود نہیں ہے اس لئے کہ دنیا میں ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی چیز سموئی ہوئی ہے، کم ازکم ہوا سے کوئی بھی جگہ اور چیز خالی نہیں ہوتی اسی طرح تالی بھی کاذب کیونکہ عالم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔

(۲) مقدم کاذب ہواور تالی صادق ہو جیسے"ان كان الخلاء موجودا كان الانسان ناطقا"اس میں مقدم کاذب ہے اور تالی صادق ہے (۳) مقدم صادق ہواور تالی کاذب ہو جیسے "ان كان الانسان ناطقا فالخلاء موجود"

(۴) مقدم اورتالی دونوں صادق ہوں جیسے"ان كانت الشمس طالعة فزيد انسان " یہاں طلوع شمس اور زید کا انسان ہونا دونوں صادق ہیں لیکن دونوں کے درمیان جو لزوم ثابت کیا گیا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید کا انسان ہونا طلوع شمس پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ طلوع شمس ہو یا نہ ہو ہر حال میں زید انسان ہے۔

قال والمنفصلة الموجبة الحقيقية تصدق عن صادق و كاذب وتكذب عن صادقين و كاذبين ومانعة الجمع تصدق عن كاذبين وعن صادق و كاذب وتكذب عن صادقين و كاذبين ومانعة الخلو تصدق عن صادقين وعن صادق وكاذب وتكذب عن كاذبين والسالبة تصدق عما تكذب عنه الموجبة وتكذب عما تصدق عنه الموجبة. ص ۲۱۷

ترجمہ: منفصلہ موجبہ حقیقیہ صادق ہوتا ہے صادق اور کاذب سے اور کاذب ہوتا ہے صادقین اور کاذبین سے اور مانعۃ الجمع صادق ہوتا ہے کاذبین سے، یعنی صادق اور کاذب سے اور کاذب ہوتا ہے صادقین سے اور مانعۃ الخلو صادق ہوتا ہے صادقین، سے یعنی صادق اور کاذب سے اور کاذب ہوتا ہے کاذبین سے اور سالبہ صادق ہوتا ہے اس سے جس سے کاذب ہو موجبہ اور کاذب ہوتا ہے جس سے صادق ہو موجبہ۔

تشریح: منفصلہ صدق اور کذب کے اعتبار سے تین قسم پر ہے کیونکہ منفصلہ میں مقدم تالی سے ممتاز نہیں ہوتا چنانچہ طرفین یا دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب ہوں گے ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب۔

منفصلہ حقیقیہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوگا۔

(۱) جب مقدم اور تالی میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو تو منفصلہ حقیقیہ صادق ہوگا جیسے "هذا العدد اما زوج اوفرد"

(۲) جب طرفین دونوں صادق ہوں جیسے "اما ان يكون الاربعة زوجا اومنقسما بمتساويين" اس میں طرفین صادق ہیں لیکن قضیہ کاذب ہے۔

(۳) طرفین دونوں کاذب اور قضیہ بھی کاذب ہو جیسے "اما ان يكون الثلثة زوجا اومنقسما بمتساويين" اس میں طرفین بھی کاذب ہیں اور قضیہ بھی کاذب ہے۔

مانعۃ الجمع: مانعۃ الجمع دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

(۱) جب طرفین دونوں کاذب ہوں تو قضیہ صادق ہوگا جیسے "اما ان يكون زيد شجرا ،او حجرا" یہ دونوں جزء کاذب ہیں کیونکہ زید نہ پتھر ہے اور نہ درخت۔

(۲) یہ کہ ایک جزء صادق ہو اور ایک کاذب جیسے "اما ان يكون زيد انسانا او حجرا" یہ

قضیہ صادق ہے۔

(۳) اور اگر مانعۃ الجمع دو ایسے جزئین سے مرکب ہو جو دونوں صادق ہوں تو یہ قضیہ کاذب ہوگا جیسے ''اما ان یکون زید انساناً او ناطقا '' یہ قضیہ کاذب ہے کیونکہ انسان اور ناطق کے درمیان منافات نہیں بلکہ تلازم ہے۔

مانعۃ الخلو: مانعۃ الخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

(۱) جب طرفین دونوں صادق ہوں اور قضیہ بھی صادق ہو جیسے ''اما ان یکون زید لاحجرا او لاشجرا '' یہ صادق ہے کیونکہ زید لاشجر بھی ہے اور لاحجر بھی ہے۔

(۲) ایک جزء صادق ہو اور دوسرا کاذب ہو جیسے ''اما ان یکون زید لاحجرا او لاانسانا'' اس میں ایک صادق ہے یعنی زید لاحجر ہے اور دوسرا کاذب ہے کیونکہ زید لاانسان نہیں بلکہ انسان ہے۔

(۳) جب طرفین دونوں کاذب ہوں تو قضیہ بھی کاذب ہوگا جیسے ''زید اما ان یکون لاانسانا او لاناطقا '' جزئین دونوں کاذب ہیں کیونکہ زید نہ تو لاانسان ہو سکتا ہے اور نہ لاناطق لہذا قضیہ بھی کاذب ہے۔

واما سوالبها: شارح فرماتے ہیں کہ قضایا شرطیہ متصلہ اور منفصلہ کے جو سوالب ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جہاں موجبہ صادق ہے وہاں سالبہ کاذب ہوگا اور جہاں موجبہ کاذب ہے وہاں سالبہ صادق ہوگا۔

قال وكلية الشرطية ان يكون التالي لازما اومعاندا للمقدم على جميع الاوضاع التي يمكن حصوله معها وهي الاوضاع التي تحصل له بسبب اقتران الامور التي يمكن اجتماعه معها والجزئية ان يكون كذلك على بعض هذه

الاوضاع والمخصوصة ان یکون کذلک علی وضع معین وسور الموجبة الکلیة فی المتصلة کلماومهماومتی وفی المنفصلة دائما وسور السالبة الکلیة فیهما لیس البتة وسور الموجبة الجزئیة فیهما قدیکون والسالبة الجزئیة فیهما قدلایکون وبادخال حرف السلب علی سور الایجاب الکلی والمهملة باطلاق لفظ لو وان واذا فی المتصلة واما فی المنفصلة. ص ۲۱۹

ترجمہ: شرطیہ کا کلیہ ہونا اس وقت ہے جبکہ تالی مقدم کیلئے لازم یا منافی ہوان تمام حالات میں جن کے ساتھ ان کا حصول ممکن ہواور یہ وہ حالات ہیں جو مقدم کو حاصل ہوں اس کے ان امور کے ساتھ اقتران کی وجہ سے جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہواور جزئیہ ہونا یہ ہے کہ حکم اسی طرح ہو بعض حالات پر اور مخصوصہ یہ ہے کہ حکم اسی طرح ہو معین وضع پر اور موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں لفظ کلما، مہما اور متی ہے اور منفصلہ میں لفظ ''دائما'' ہے اور سالبہ کلیہ کا سور دونوں میں ''لیس البتۃ'' ہے اور موجبہ جزئیہ کا سور دونوں میں لفظ ''قد یکون'' ہے اور سالبہ کا جزئیہ کا سور دونوں میں لفظ ''قد لا یکون'' اور ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب کا داخل ہونا ہے اور مہملہ کا سور لفظ ''لو، ان'' اور ''اذا'' کو مطلق رکھنا ہے متصلہ میں ''اما'' اور ''او'' منفصلہ میں۔

تشریح: قضیہ شرطیہ میں اقسام اربعہ کا بیان:

جس طرح قضیہ حملیہ منقسم ہوتا ہے مخصوصہ، طبعیہ، محصورہ اور مہملہ کی طرف اسی طرح قضیہ شرطیہ بھی منقسم ہوتا ہے مخصوصہ، محصورہ اور مہملہ کی طرف البتہ قضیہ طبعیہ یہاں پر نہیں آتا۔

جس طرح قضیہ حملیہ کا کلی اور جزئی ہونا موضوع اور محمول کے کلی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ حکم کے کلی اور جزئی ہونے کے اعتبار سے ہے یعنی اگر حکم کلی ہو تو قضیہ حملیہ کلی ہوگا اور اگر حکم جزئی ہو تو قضیہ حملیہ جزئی ہوگا۔

اسی طرح قضیہ شرطیہ کے کلی اور جزئی ہونے کا اعتبار مقدم اور تالی کے کلی اور جزئی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ حکم کے کلی اور جزئی ہونے کے اعتبار سے ہے یعنی اگر حکم کلی ہو تو قضیہ شرطیہ کلی ہوگا ورنہ جزئی ہوگا۔

لہذا متصلہ لزومیہ میں تالی مقدم کے تمام احوال اور تمام زمانوں میں لازم ہوتا ہے جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو۔

اور منفصلہ عنادیہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلی ہوگا جبکہ تالی مقدم کے احوال اور تمام زمانوں میں معانداور منافی ہو جن احوال کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو۔

قضیہ شرطیہ کی تقسیم میں وجہ حصر:

اگر قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم کے معین احوال اور معین زمانوں میں ہو تو یہ قضیہ شرطیہ مخصوصہ ہوگا اور اگر معین احوال اور معین زمانوں میں نہ ہو پس اگر افراد کی کمیت کلاً یا بعضاً بیان کردی گئی ہو تو یہ قضیہ شرطیہ محصورہ ہوگا اور اگر افراد کی کمیت بیان نہ کی گئی ہو تو یہ شرطیہ مہملہ ہوگا۔

شرطیہ متصلہ میں موجبہ کا سور لفظ "کلما، مهما، ومتی" ہیں جیسے "کلما ومهما ومتی کانت الشمس طالعة فالنهار موجود"

اور منفصلہ میں لفظ "دائما" ہے جیسے "دائما اما ان یکون الشمس طالعة اولایکون النهار موجودا"

اور سالبہ کلیہ کا سور متصلہ اور منفصلہ دونوں میں "لیس البتة" ہے جیسے "لیس البتة اذا کانت الشمس طالعة فالليل موجود" متصلہ میں "لیس البتة اما ان یکون الشمس طالعةاماان یکون النهار موجودا" منفصلہ میں۔

اور موجبہ جزئیہ کا سور دونوں میں "قدیکون" ہے جیسے "قدیکون اذا کانت الشمس طالعة کان النهار موجود" متصلہ میں اور "قدیکون اما ان یکون الشمس طالعة اویکون

اللیل موجودا ''منفصلہ میں۔

اور سالبہ جزئیہ کا سور دونوں میں ''قد لایکون'' ہے جیسے ''قد لایکون اذا کانت الشمس طالعۃ کان اللیل موجودا'' متصلہ میں اور ''قد لایکون اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان یکون النہار موجودا'' منفصلہ میں۔

اسی طرح ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب داخل کرنا یہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور ہے تفصیل کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔

مہملہ کا سور متصلہ میں لفظ ''لو، اِنْ، اور ''اِذَا'' کو مطلق چھوڑنا یعنی مقید نہ کرنا جیسے ''ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود'' اور منفصلہ میں لفظ ''اِمَّا'' اور ''اَوْ'' کو مطلق چھوڑنا یعنی مقید نہ کرنا جیسے ''اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لایکون النہار موجودا''

قال والشرطیۃ قد تترکب عن حملیتین وعن متصلتین وعن منفصلتین وعن منفصلتین وعن حملیۃ ومتصلۃ وعن حملیۃ ومنفصلۃ وعن متصلۃ ومنفصلۃ وکل واحدۃ من ھذہ الثلثۃ الاخیرۃ فی المتصلۃ تنقسم الی قسمین لامتیاز مقدمھا عن تالیھا بالطبع بخلاف المنفصلۃ فان مقدمھا انما یتمیز عن تالیھا بالوضع فقط فاقسام المتصلات تسعۃ والمنفصلات ستۃ واما الامثلۃ فعلیک بالاستخراج عن نفسک ۔ص۲۲۴

ترجمہ: شرطیہ کبھی مرکب ہوتا ہے دو حملیوں، دو متصلوں اور دو منفصلوں سے اور ایک حملیہ اور ایک متصلہ، ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے، ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے اور متصلہ میں سے اخیر کی تینوں قسمیں، دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہیں کیونکہ اس کا مقدم تالی سے بالطبع ممتاز ہوتا ہے برخلاف منفصلہ کے کیونکہ اس کا مقدم تالی سے وضعی طور پر ممتاز ہوتا ہے پس متصلہ کی نو قسمیں اور منفصلہ کی چھ قسمیں ہیں اس کی مثالیں آپ خود نکالیں۔

تشریح: قضیہ شرطیہ کے مبادی کا بیان:

قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے ہمارے پاس بنیادی طور پر تین قضیے موجود ہیں۔
(۱) حملیہ (۲) متصلہ (۳) منفصلہ۔
قضیہ شرطیہ متصلہ کی ترکیب کی نو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) مرکب ہو دو حملیوں سے (۲) مرکب ہو دو متصلوں سے (۳) مرکب ہو دو منفصلوں سے (۴) مرکب ہوا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے (۵) مرکب ہوا ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے (۶) مرکب ہوا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے (۷) مرکب ہوا ایک متصلہ اور ایک حملیہ سے (۸) مرکب ہوا ایک منفصلہ اور ایک حملیہ سے (۹) مرکب ہوا ایک منفصلہ اور ایک متصلہ سے۔
یہ اخیر کی تینوں صورتیں صورت (۴،۵،۶) کا عکس ہیں۔
اور قضیہ منفصلہ کی ترکیب کی صرف چھ صورتیں ہیں۔
(۱) مرکب ہو دو حملیوں سے (۲) مرکب ہو دو متصلوں سے (۳) مرکب ہو دو منفصلوں سے (۴) مرکب ہوا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے (۵) مرکب ہوا ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے۔
(۶) مرکب ہوا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے۔
اس کی مثالیں آسان ہیں لہذا آپ کتاب میں غور سے پڑھ لیجئے

قال الفصل الثالث فی احکام القضایا وفیه اربعة مباحث البحث الاول فی التناقض وحدوه بانه اختلاف القضیتین بالایجاب والسلب بحیث یقتضی لذاته ان یکون احداهما صادقة والاخری کاذبة. ص ۲۲۷

ترجمہ: تیسری فصل قضایا کے احکام کے بیان میں ہے اور اس میں چار فصلیں ہیں پہلی فصل تناقض کے بیان میں ہے تناقض کی تعریف مناطقہ نے یوں کی ہے کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب

میں اس طرح مختلف ہونا ہے کہ ایک کے لذاتہٖ صادق ہونے سے دوسرے کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

تشریح: تناقض کی تعریف:

تناقض کی تعریف یہ ہے ''هو اختلاف القضيتين بالايجاب والسلب بحيث يقتضى لذاته صدق احد اهما كذب الاخرى وبالعكس''

دو قضیوں کا آپس میں اس طرح مختلف ہونا کہ ایک قضیہ کے لذاتہٖ صادق ہونے سے دوسرے قضیہ کا کاذب ہونا لازم آتا ہے یا ایک قضیہ کے کاذب ہونے سے دوسرے قضیہ کا صادق ہونا آتا ہے جیسے ''زيد قائم وزيد ليس بقائم''

فوائد قیود آپ شرح میں ملاحظہ کیجئے۔

قال ولايتحقق التناقض فى المخصوصتين الاعند اتحاد الموضوع ويندرج فيه وحدة الشرط والجزء والكل وعند اتحاد المحمول ويندرج فيه وحدة الزمان والمكان والاضافةوالقوة والفعل وفى المحصورتين لابد مع ذلك من الاختلاف فى الكمية لصدق الجزئيتين ولكذب الكليتين فى كل مادة يكون فيها الموضوع اعم من المحمول ولابدفى الموجهتين مع ذلك من اختلاف الجهة لصدق الممكنتين وكذب الضروريتين فى مادة الامكان. ص ٢٢٩

ترجمہ: اور دو مخصوص قضیوں کے درمیان تناقض متحقق نہیں ہوتا مگر اتحادِ موضوع کے وقت اور اس میں وحدتِ شرط وحدتِ جزء اور کل داخل ہیں اور اتحادِ محمول کے وقت اور اس میں وحدتِ زمان، وحدت، مکان، اضافت، وحدت قوہ اور فعل داخل ہیں اور دو محصورتین میں اس کے ساتھ اختلاف فی الکمیت بھی ضروری ہے کیونکہ دو جزئیے صادق ہوتے ہیں اور دو کلیئے کاذب ہوتے ہیں ہر اس

مادہ میں جس میں موضوع عام ہو محمول سے اور موجہتین میں اس کے ساتھ اختلاف جہت بھی ضروری ہے کیونکہ دو ممکنے صادق ہوتے ہیں اور دو ضروریے کاذب ہوتے ہیں مادہ امکان میں۔

تشریح: تناقض کی شرائط:

متقدمین مناطقہ کے نزدیک دو مخصوص قضیوں کے درمیان تناقض متحقق ہونے کیلئے آٹھ شرائط ہیں جن کو وحداتِ ثمانیہ بھی کہا جاتا ہے۔

(۱) وحدت موضوع (۲) وحدت محمول (۳) وحدت مکان (۴) وحدت زمان (۵) وحدت اضافت (۶) وحدت جزءوکل (۷) وحدت قوت وفعل (۸) وحدت زمان۔

یہ تمام شرائط اس شعر میں جمع ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ☆ وحدت موضوع ومحمول ومکان

وحدت شرط واضافت جزءوکل ☆ قوۃ وفعل است در آخر زمان

لیکن متاخرین مناطقہ نے انہی آٹھ شرائط کو دو میں منحصر کیا ہے۔

(۱) اتحاد فی الموضوع، اس میں وحدت شرط اور وحدت جزءوکل بھی داخل ہیں۔

(۲) اتحاد فی المحمول، اس میں وحدت زمان، وحدت مکان، وحدت اضافت اور وحدت قوۃ اور فعل بھی داخل ہیں۔انجام کے اعتبار سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

جبکہ فارابی نے ان سب کو ایک وحدت میں سمو دیا ہے یعنی وحدت نسبت کیونکہ باقی تمام وحدات اسی وحدت نسبت میں داخل ہیں۔

اور دو محصورتین کے درمیان تناقض متحقق ہونے کیلئے مذکورہ آٹھ وحدات کے ساتھ اختلاف فی الکمیہ بھی ضروری ہے، یعنی اگر قضیہ کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہوگا کیونکہ دو جزئیتین کبھی صادق بھی ہوتے ہیں جیسے ''بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان'' یہ دونوں

صادق ہیں اور دو کلیتین کبھی کاذب بھی ہوتے ہیں'' جیسے کل حیوان انسان ولاشیء من الحیوان بانسان'' یہ دونوں کاذب ہیں۔

اور اگر تناقض دو موجہتین کے درمیان ہو تو مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ اختلاف فی الجہۃ بھی ضروری ہے یعنی اگر ایک قضیہ ممکنہ ہو تو دوسرا ضروریہ ہوگا کیونکہ دو ممکنتین کبھی صادق بھی ہوتے ہیں اور دو ضروریتین کبھی کاذب بھی ہوتے ہیں۔

قال ونقيض الضرورية المطلقة الممكنة العامة لان سلب الضرورة مع الضرورة ممايتناقضان جزما ونقيض الدائمة المطلقة المطلقة العامة لان السلب فی كل الاوقات ينافيه الايجاب فی البعض وبالعكس ونقيض المشروطة العامة الحينية الممكنة اعنی التی حكم فيها برفع الضرورة بحسب الوصف عن المخالف كقولنا كل من به ذات الجنب يمكن ان يسعل فی بعض اوقات كونه مجنوبا ونقيض العرفية العامة الحينية المطلقة اعنی التی حكم فيها بثبوت المحمول للموضوع اوسلبه عنه فی بعض احيان وصف الموضوع ومثالها مامر. ص ۲۳۳

ترجمہ: ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے کیونکہ ضرورت اور سلب ضرورت ایک دوسرے کے متناقض ہیں اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے کیونکہ تمام اوقات میں سلب منافی ہے ایجاب فی البعض کے ساتھ اور اس کے برعکس اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے یعنی جس میں ضرورت بحسب الوصف کے رفع کا حکم ہو جانب مخالف سے جیسے ہر وہ شخص جس کو نمونیا ہو ممکن ہے کہ نمونیہ ہونے کی حالت میں کسی وقت کھانسے اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے یعنی جس میں موضوع کیلئے محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم ہو وصف موضوع کے بعض اوقات میں اور اس کی مثال وہی ہے جو ابھی گزری۔

تشریح: موجہات کی نقیض کا بیان:

ہر چیز کی نقیض اس کا رفع ہوتا ہے یعنی جس چیز کو ثابت کیا جا رہا ہے اس کی نقیض کو ثابت کیا جائے ضروریہ مطلقہ کی نقیض، ممکنہ عامہ ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ میں جانب مخالف کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جاتا ہے اور ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک قضیہ میں ایک جہت میں ضرورت کو ثابت کیا جاتا ہے اور دوسرے قضیہ میں اسی جہت سے ضرورت کو سلب کیا جاتا ہے تو یقیناً ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب اور یہی تناقض ہے۔

دائمہ مطلقہ کی نقیض، مطلقہ عامہ ہے کیونکہ دائمہ مطلقہ میں دوام ہوتا ہے یعنی تمام اوقات میں حکم ثابت ہوتا ہے اور مطلقہ عامہ میں دوام کا سلب ہوتا ہے یعنی تمام اوقات میں حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات میں ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ دوام اور سلب دوام ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

مشروطہ عامہ کی نقیض، حینیہ ممکنہ ہے اور حینیہ ممکنہ وہ ہے جس میں بحسب الوصف جانب مخالف سے سلب ہو جیسے جس شخص کو نمونیا کی بیماری لگ گئی ہو، ممکن ہے کہ اس کو نمونیا ہونے کی حالت میں کھانسی بھی لگ جائے۔

مشروطہ عامہ میں بحسب الوصف ضرورت کے ثبوت کا حکم ہوتا ہے اور حینیہ ممکنہ میں بحسب الوصف ضرورت جانب مخالف سے ضرورت سلب ہوتی ہے لہذا یہ ایک دوسرے کی نقیض ہوئے۔

اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں وصفِ موضوع کے بعض اوقات میں موضوع کیلئے ثبوت محمول یا موضوع سے سلب محمول کا حکم بالفعل لگایا گیا ہو۔

مشروطہ عامہ میں دوام وصفی کا ثبوت ہوتا ہے اور حینیہ مطلقہ میں دوام وصفی کا سلب ہوتا ہے تو یہ ایک دوسرے کی نقیض ہوئے۔

قال واما المركبات فان كانت كلية فنقيضها احد نقيضي جزئيها وذلك جلي بعد الاحاطة بحقائق المركبات ونقائض البسائط فانك اذا تحققت ان

الوجودية اللادائمة تركيبها من مطلقتين عامتين احداهما موجبة والاخرى سالبة وان نقيض المطلقة هو الدائمة تحققت ان نقيضها اماالدائمة المخالفة واماالدائمة الموافقة. ص ٢٣٦

ترجمہ: مرکبات اگر کلیہ ہوں تو ان کی نقیض ان کے جزئین کی دونقیضوں میں سے ایک ہوگی جو بالکل ظاہر ہے حقائق مرکبات اور نقائض بسائط کا احاطہ کر لینے کے بعد اس لئے کہ جب آپ نے یہ معلوم کرلیا کہ وجودیہ لا دائمہ کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے جن میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور دوسرا سالبہ اور یہ کہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ہے تو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس کی نقیض یا دائمہ مخالفہ ہوگی یا دائمہ موافقہ۔

تشریح: مرکبات کی نقیض کا بیان:

قضیہ مرکبہ چونکہ دو قضایا سے مرکب ہوتا ہے، ایک صراحۃً مذکور ہوتا ہے اور دوسرا کنایۃً۔

اب مرکبات کی نقیض نکالنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے دونوں اجزاء یعنی بسائط کی نقیض نکالی جائے گی، پھر دونوں نقیضوں کے درمیان حرف تردید (یعنی اِمَّا، اَوْ) داخل کردیا جائے گا یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو بن جائے گا اور یہی قضیہ مرکب کی نقیض ہوگی۔

مثلاً وجودیہ لا دائمہ مرکب ہے دو مطلقتین عامتین سے جن میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ اور مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وجودیہ لا دائمہ کی نقیض دائمہ مخالفہ یا دائمہ موافقہ ہے۔

قال وان كانت جزئية فلايكفى فى نقيضها ماذكرناه لانه يكذب بعض الجسم حيوان لادائما مع كذب كل واحد من نقيضى جزئيها بل الحق فى نقيضها ان يردد بين نقيضى الجزئين لكل واحدواحد لايخلو عن نقيضهما فيقال كل

واحد واحد من افراد الجسم اماحیوان دائما اولیس بحیوان دائما. ص ۲۳۸

ترجمہ: اگر مرکبہ جزئیہ ہوتو اس کی نقیض میں وہ کافی نہیں ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ "بعض الجسم حیوان لادائما" کاذب ہوجاتا ہے اس کے جزئین کی نقیضین میں سے ہر ایک کے کذب کے ساتھ بلکہ اس کی صحیح نقیض یہ ہے کہ ہر ہر فرد کیلئے جزئین کی نقیض کے درمیان تردید کی جائے یعنی ہر ہر واحد ان کی نقیضین سے خالی نہیں پس یوں کہا جائے گا "کل واحد واحد من افراد الجسم اما حیوان دائما اولیس بحیوان دائما"

تشریح: مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جو مرکبات کی نقیض نکالنے کا ہے کیونکہ مرکبات کا طریقہ یہ تھا کہ مرکب کے طرفین کی نقیضین نکال کر پھر اس کے درمیان حرف تردید داخل کر دیا جاتا لیکن اگر مرکبات جزئیہ میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو پھر اس کے درمیان تناقض نہیں رہے گا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اصل مرکب جزئیہ بھی کاذب ہو اور اس کی جو نقیض نکالی جائے وہ بھی کاذب ہو حالانکہ تناقض میں یہ شرط ہے کہ ایک قضیہ صادق اور دوسرا کاذب ہو بلکہ اس کی نقیض نکالنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ موضوع پر کل افرادی کو داخل کر دیا جائے اور دونوں اجزاء کی نقیضوں کے محمولوں پر حرف تردید یعنی "اِمّا یا اَوْ" داخل کر دیا جائے تو مرکبہ جزئیہ کی نقیض صریح نکل آئے گی۔

قال واما الشرطية فنقيض الكلية منها الجزئية الموافقة فی الجنس والنوع والمخالفة فی الكيف والكم وبالعكس. ص ۲۴۱

ترجمہ: اور شرطیہ میں جزئیہ کی نقیض کلیہ ہوگا جو جنس اور نوع میں اس کے موافق ہوگا اور کیف وکم میں مخالف ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: قضیہ شرطیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ شرطیہ کلیہ کی نقیض شرطیہ جزئیہ ہوگا اور جزئیہ کی

نقیض کلیہ ہوگا لیکن چند شرائط کے ساتھ۔

(۱) جنس میں دونوں موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ متصلہ ہے تو نقیض بھی متصلہ ہوگا اور اگر اصل قضیہ منفصلہ ہے تو نقیض بھی منفصلہ ہوگا۔

(۲) نوع میں دونوں موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ لزومیہ یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہے تو اس کی نقیض بھی لزومیہ، یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہوگا۔

(۳) کیفیت میں ایک دوسرے کے مخالف ہو یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہے تو نقیض سالبہ ہوگا اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو نقیض موجبہ ہوگا۔

(۴) کمیت میں ایک دوسرے کے مخالف ہو یعنی اگر اصل قضیہ کلیہ ہو تو نقیض جزئیہ ہوگا اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو نقیض کلیہ ہوگا۔

قال البحث الثانی فی العکس المستوی وھو عبارة عن جعل الجزء الاول من القضیة ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالھما. ص ۲۴۲

ترجمہ: دوسری بحث عکس مستوی کے بیان میں ہے اور یہ عبارت ہے قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور جزء ثانی کو اول بنانے سے صدق اور کیف کو بحالہ باقی رکھنے ساتھ۔

تشریح: عکس مستوی کا بیان:

عکس کا لغوی معنی ہے الٹنا اور اصطلاح میں عکس کہتے ہیں (**جعل الجزء الاول من القضیة ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف** "یعنی قضیہ کے جزء اول کو ثانی بنانا اور جزء ثانی کو اول بنانا اس طریقے پر کہ صدق اور کیف باقی رہیں یعنی اگر اصل قضیہ صادق ہو تو عکس بھی صادق ہو اور اگر اصل قضیہ کاذب ہو تو عکس بھی کاذب ہو اور اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو عکس بھی سالبہ ہو۔

عکس مستوی کا طریقہ یہ ہے کہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے جیسے "لاشیء من الانسان بحجر" اس کا عکس ہے "لاشیء من الحجر بانسان" اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے "کل انسان حیوان" اس کا عکس ہے "بعض الحیوان انسان" اور موجبہ جزئیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے "بعض الحیوان انسان" اس کا عکس ہے "بعض الانسان حیوان" اور سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا ہے۔

واما السوالب فان کانت کلیة فسبع منها وهی الوقتیتان والوجودیتان والممکنتان والمطلقة العامة لاتنعکس لامتناع العکس فی اخصها وهی الوقتیة لصدق قولنا بالضرورة لاشیء من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما وکذب قولنا بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام الذی هو اعم الجهات لان کل منخسف هو قمر بالضرورة واذالم تنعکس الاخص لم تنعکس الاعم اذلو انعکس الاعم لانعکس الاخص لان لازم الاعم لازم الاخص ضرورة. ص ۲۴۴

ترجمہ: سوالب اگر کلیہ ہوں تو اس میں سے سات قضیوں یعنی وقتیتین، وجودیتین، ممکنتین اور مطلقہ عامہ کا عکس نہیں آتا کیونکہ عکس ممتنع ہے اس کے اخص میں اور وہ وقتیہ ہے اس لئے کہ صادق ہے "بالضرورة لاشیء من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما" لیکن اس کا عکس یعنی ہمارا یہ قول "بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام" کاذب ہے اور یہ تمام جہات میں اعم جہت ہے کیونکہ ہر منخسف قمر ہے اور جب اخص منعکس نہ ہوا تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا اسلئے کہ اگر اعم منعکس ہو تو اخص بھی منعکس ہوگا کیونکہ اعم کا لازم اخص کا لازم ہوتا ہے۔

تشریح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضایا موجہات میں سے جو سوالب ہیں اگر یہ سوالب کلیہ ہوں

تو ان میں سے سات قضایا کا عکس نہیں آتا۔

(۱) وقتیہ مطلقہ (۲) وقتیہ (۳) وجودیہ لاضروریہ (۴) وجودیہ لادائمہ (۵) ممکنہ عامہ (۶) ممکنہ خاصہ (۷) مطلقہ عامہ، ان سات قضایا کے عکس نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ان قضایا میں سب سے اخص وقتیہ ہے لیکن وقتیہ کا عکس مستوی نہیں آتا جیسے "بالضرورة لاشیء من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما" یہ قضیہ وقتیہ سالبہ کلیہ ہے اور صادق ہے لیکن اس کا عکس مستوی "بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام" صادق نہیں ہے کیونکہ ہر منخسف قمر ہوتا ہے۔

جب وقتیہ تمام میں اخص ہے اس کا عکس مستوی صادق نہیں ہے تو اس کے علاوہ جو اعم ہیں اس کا عکس مستوی بھی صادق نہ ہوگا کیونکہ جب اعم منعکس ہو تو اخص ضرور بالضرور منعکس ہوگا کیونکہ کسی قضیہ کا عکس اس کو لازم ہوتا ہے لہذا اعم کا عکس اعم کو لازم ہے اور اعم چونکہ اخص کو لازم ہے لہذا جو چیز اعم کو لازم ہوگی وہ اخص کو بھی لازم ہوگی اور ہم نے مانا تھا کہ اخص کا عکس مستوی صادق نہیں ہے تو اعم کا بھی صادق نہ ہوگا۔

اما الضروریة والمطلقة الدائمتین فتنعکسان دائمة کلیة لانه اذاصدق بالضرورة اودائما لاشیء من ج ب فیصدق دائما لاشیء من ب ج والافبعض ب ج بالاطلاق العام وهو مع الاصل ینتج بعض ب لیس ب بالضرورة فی الضروریة ودائما فی الدائمة وهو محال.

ترجمہ: اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ منعکس ہوتے ہیں دائمہ کلیہ ہو کر اس لئے کہ جب صادق ہوگا "بالضرورة اودائما لاشیء من ج، ب" تو صادق ہوگا "دائما امالاشیء من ب ج" ورنہ صادق ہوگا "بعض ب ج بالاطلاق العام" اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا "بعض ب لیس ب بالضرورة" ضروریہ میں اور دائما کا دائمہ میں۔

تشریح: باقی چھ قضایا یعنی (۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مشروطہ خاصہ (۶) عرفیہ خاصہ۔

یہ چھ قضایا اگر کلیہ ہوں تو اس کا عکس آتا ہے چنانچہ ان میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ دونوں منعکس ہوتے ہیں عکس مستوی کے ساتھ سالبہ دائمہ کلیہ کی طرف اگر یہ نہ ہو تو پھر اس کی نقیض صادق ہوگی اور نقیض کو اصل کے ساتھ ملانے سلب الشیء عن نفسہ لازم آتا ہے اور یہ محال ہے جب نقیض باطل ہے تو جو عکس ہم ذکر کیا ہے وہ صحیح ہوگا مثال متن اور ترجمہ میں ذکر کی گئی ہے۔

قال واما المشروطة والعرفية العامتان فتنعكسان عرفية عامة كلية لانه اذاصدق بالضرورة اودائما لاشيء من جؔ بؔ مادام جؔ فدائما لاشيء من بؔ جؔ مادام بؔ والابعض بؔ جؔ حين هو بؔ وهو مع الاصل ينتج بعض بؔ ليس بؔ حين هو 'ب' وهو محال واماالمشروطة والعرفية الخاصتان فلكونها لازمة للعامتين واما اللادوام فى البعض فلانه لو كذب بعض بؔ جؔ بالاطلاق العام لصدق لاشيء من بؔ جؔ دائما فتنعكس الى لاشيء من جؔ بؔ دائما وقدكان كل جؔ بؔ بالفعل هذا خلف.

ترجمہ: مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ منعکس ہوتے ہیں عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف کیونکہ جب صادق ہے "بالضرورة / دائما لاشيء من جؔ بؔ مادام جؔ" تو صادق ہوگا اس کا عکس "دائما لاشيء من بؔ جؔ مادام بؔ" ورنہ صادق ہوگا "بعض بؔ جؔ حين هو بؔ" جو اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا "بعض بؔ ليس بؔ حين هو بؔ" اور یہ محال ہے۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ منعکس ہوتے ہیں عرفیہ عامہ لادائمہ فی البعض کی طرف عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ لازم ہے عامتین کی طرف اور لادوام فی البعض اس لئے کہ اگر "بعض بؔ جؔ بالاطلاق العام" کاذب

ہوتو ''لاشیء من بؔ جؔ دائما'' صادق ہوگا جو ''لاشیء من جؔ بؔ دائما'' کی طرف منعکس ہوگا حالانکہ ''کل جؔ بؔ بالفعل'' تھاپس یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: اس قال کا خلاصہ یہ ہے کہ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ جب سالبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے جیسے ''بالضرورۃ / دائما لاشیء من جؔ بؔ مادام جؔ'' اس کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے یعنی ''دائما لاشیء من بؔ جؔ مادام بؔ'' کیونکہ اگر اس کا یہ عکس تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اس کی نقیض یعنی ''بعض بؔ جؔ حین ھو بؔ'' کو ماننا پڑے گا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول کی صورت میں نتیجہ یہ ہوگا ''بعض بؔ لیس بؔ حین ھو بؔ'' اور یہ سلب الشیء عن نفسہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے جب نقیض مفضی الی المحال ہے تو نقیض باطل ہے اور جو عکس ہم نے نکالا تھا وہ صحیح ہے۔

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض ہے عرفیہ عامہ تو اس لئے ہے کہ عرفیہ خاصہ میں ایک قضیہ عرفیہ عامہ ہے اور ماقبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے اور لا دائمہ فی البعض اس لئے ضروری ہے کہ اگر اس کا عکس موجبہ جزئیہ یعنی ''بعض بؔ جؔ بالاطلاق العام'' نہ مانا جائے تو پھر اس کی نقیض یعنی ''لاشیء من بؔ جؔ دائما'' ماننا پڑے گا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا پھر اس نقیض کا عکس لیا جائے گا تو اس سے یہ صورت بنے گی ''لاشیء من جؔ بؔ دائما'' اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ یہ اصل میں ''کل جؔ بؔ بالفعل'' تھا پس جب نقیض باطل ہے تو اصل یعنی لا دوام فی البعض صادق ہوگا۔

قال وان کانت جزئیۃ فالمشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان تنعکسان عرفیۃ خاصۃ لانہ اذاصدق بالضرورۃ اودائما بعض جؔ لیس بؔ مادام جؔ لادائما صدق دائما

لیس بعض بؔ جؔ مادام بؔ لادائما لانانفرض ذات الموضوع وھو جؔ دؔ فدؔجؔ بالفعل ودؔبؔ ایضابحکم اللادوام ولیس دؔجؔ مادام بؔ والالکان دؔجؔ حین ھوبؔ فیکون بؔ حین ھوجؔ وقدکان لیس بؔ مادام جؔ ھذا خلف واذا صدق جؔ وبؔ علیہ وتنافیا فیہ صدق بعض بؔ لیس جؔ مادام بؔ لادائما وھو المطلوب واما البواقی فلاتنعکس لانہ یصدق بالضرورة بعض الحیوان لیس بانسان وبالضرورة لیس بعض القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما مع کذب عکسھا بالامکان الذی ھو اعم الجھات لکن الضروریة اخص البسائط والوقتیة اخص المرکبات الباقیة ومتی لم تنعکسا لم تنعکس شیء منھا لماعرفت ان انعکاس الاعم مستلزم لانعکاس الخاص .ص ۲۴۹

ترجمہ: اگر جزئیہ ہو تو مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ منعکس ہوتے ہیں عرفیہ خاصہ کی طرف اس لئے کہ جب صادق ہوگا "بالضرورۃ او بالدوام بعض جؔ لیس بؔ مادام جؔ لادائما " تو صادق ہوگا "دائما لیس بعض بؔ جؔ مادام بؔ لادائما " کیونکہ ہم ذات موضوع جو کہ "جؔ" "دؔ" فرض کرتے ہیں پس "دؔجؔ" ہے بالفعل اور "جؔ بؔ" ہے بحکم لادوام اور "دؔ جؔ" نہیں ہے جب تک وہ "بؔ" ہے ورنہ "دؔجؔ" ہوگا "بؔ" ہونے کے وقت پس وہ "بؔ" ہوگا "جؔ" ہونے کے وقت حالانکہ وہ "لیس بؔ مادام جؔ" تھا یہ خلف ہے اور جب "دؔ" پر "جؔ" اور "بؔ" صادق ہوئے اور صدق میں متنافی بھی ہوئے تو صادق ہوگا "بعض بؔ لیس جؔ مادام بؔ لادائما " اور یہی مطلوب ہے اور باقی جزئیہ منعکس نہیں ہوتے اس لئے کہ صادق ہے "بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بالسان " اور "بالضرورۃ لیس بعض القمر منخسف وقت التربیع لادائما " حالانکہ اس کا عکس "بالامکان العام" کاذب ہے جو اعم الجہات ہے لیکن ضروریہ بسائط سے اور وقتیہ باقی مرکبات سے اخص ہے اور جب یہی

منعکس نہیں ہوتے تو کوئی بھی منعکس نہیں ہوگا کیونکہ تو جان چکا ہے کہ عام انعکاس مستلزم ہے انعکاسِ خاص کو۔

تشریح: موجہات سالبہ جزئیہ میں سے صرف مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے اور ان دونوں کا عکس بھی عرفیہ خاصہ آتا ہے اور باقی موجہات سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا کیونکہ دائمہ مطلقہ، ضروریہ، مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں سے سب سے اخص ہے اور اس کا عکس صحیح نہیں آتا پس جب اخص القضایا کا عکس نہیں آتا تو اعم کا عکس بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ اعم کا عکس اخص کے عکس کو مستلزم ہے۔

اسی طرح وقتیان، وجودیتان، ممکنتان اور مطلقہ عامہ کا عکس بھی نہیں آتا کیونکہ ان میں وقتیہ اخص ہے اور اس کا عکس صحیح نہیں آتا پس جب اخص کا عکس کاذب ہے تو اعم کا عکس بھی کاذب ہوگا۔

مولانا علی محمد صاحب کی دیگر زیرِ طبع تالیفات

(۱) خلاصہ نحو میر

جس میں نحو میر کا خلاصہ اس انداز سے ذکر کیا گیا ہے کہ پوری کتاب مختصر انداز میں حل کی گئی جس کا یاد کرنا اور یاد رکھنا انتہائی آسان ہے۔ (طبع شدہ)

(۲) خلاصہ شرح تہذیب:

جس شرح تہذیب کا متن مع ترجمہ اور پھر متن اور شرح کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پوری کتاب کو حل کرنا آسان ہے۔

(۳) احسن الحقائق شرح کنز الدقائق:

(۴) احسن الوافیہ فی تقریر کافیہ معرب ومبنی۔

(۵) احسان النحو فی تقریر ہدایت النحو۔

(۶) احسن المرات فی تقریر مرقات۔

(۷) سدا بہار واقعات۔ دلچسپ اور عجیب واقعات کی شاہکار کتاب۔ طبع شدہ۔

(۸) ضیاء الصبیح فی تقریر مشکاۃ المصابیح۔ ایک جلد (طبع شدہ)۔

(۹) فہارس الفقہ والفتاوی۔ جس میں فقہ کی بڑی کتابوں کے حوالہ جات لکھے گئے ہیں۔

(۱۰) تنویر مرقات، جس میں مرقات کو سوالاً وجواباً تحریر کیا گیا ہے۔ (طبع شدہ)

دیگر مطبوعات

ضیاء الصبیح،شرح مشکوۃ المصابیح،اردو

احسن الوقایہ،شرح اردو،شرح الوقایہ اخیرین

خلاصہ نحو میر،نظم مأتہ عامل مع تسہیل النحو،اردو

سدا بہار واقعات،واقعات کا خزانہ

تنویر المرقات،شرح مرقات،اردو

مسھل الادب،شرح تسہیل الادب،اردو

عمّ پارہ بیاض،درجہ ثانیہ کے طلباء کیلئے نادر تحفہ

خاصیات ابواب،پشتو

فہارس الفقہ والفتاوی، تمام فتاوی وفقھی کتب کی فہرست

صد سالہ ھجری و عیسوی تاریخ کا تقابل

اسلامک سٹڈیز لازمی،برائے بی،ایس،اسلامیات

احسن التہذیب خلاصہ شرح تہذیب

احسن المعانی،شرح مختصر المعانی،فن ثالث

تعلیم الاسلام مجلد لمینیشن

التصریحات شرح سبعہ معلقات

مختصر القدوری

زاد الطالبین،مجلد اعلی امپورٹڈ کاغذ